

سیرہ طیبہ کی روشنی

پاکستان

(خَدْ وَخَالٌ أَوْر لَا تَحِه عَمْل)



پرفسر شہزاد احمد چشتی

for more books click on the link
<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



علماء الحسنیت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات پر شیکراہم جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
کوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے

[https://
archive.org/details/](https://archive.org/details/)

@zohaibhasanattari

سیرہ طیبہ کی روشنی

پاکستان میں

اسلامی نظامِ احتساب

(خَد و خَال أَوْ لَا تَحْمِلْهُ عَمْل)

عہدِ نبوی کے نظامِ احتساب کی زریں مثالیں۔ خلفاء راشدین کے
قائم کردہ نظامِ احتساب کی روشنی میں جدید اسلامی احتساب کا جائزہ
اور پاکستان میں اسلامی نظامِ احتساب کا مکمل لامتحب عمل

پروفسر شہباز احمد رضا^{چشتی}
ایم اے (سیاست) ایل ایل بی فاضل بھیر شریعت

ڈاؤن لوگ پبلیشورز

6- مرکز الاؤئیں (ستہ ہوٹل) دربار ماکیت۔ لاہور

فون: 0300-9467047 042-7248657

For more books click on the link

<https://archive.org/details/@zonalbhasanattari>



جملہ حقوق محفوظ میں

۲۰۰۳ء

باراول 1000
بھی 70 روپے



ذیراہتمام
نیابت علیٰ تاریخ



- زاویہ پبلشرز۔ ۹۔ مرکز الائیں۔ دربار ماکیٹ۔ لاہور ۹۳۴۷۰۳۸۔ ۰۰۰۔
- مکتبہ حمال کرم۔ ۹۔ مرکز الائیں۔ دربار ماکیٹ۔ لاہور ۷۲۲۳۹۳۸۔ ۰۲۱۔
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔ مجمع نجاشی روڈ۔ لاہور ۶۲۲۱۹۵۳۔ ۰۲۱۔
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔ انقال سٹریٹ۔ اردو بازار۔ کراچی ۲۲۱۰۲۱۲۔ ۰۲۱۔
- احمد بک کارپوریشن۔ سعیدی چوک۔ راولپنڈی ۵۱۵۵۵۸۲۲۰۔
- مکتبہ الجاہد۔ دارالعلوم محمدیہ خوشیہ۔ بھیڑ شریعت ۶۹۱۶۴۳۔ ۰۵۲۱۔
- حق پبلیکیشنز۔ ۲۔ لے یید پلازہ چینہ جی روڈ۔ اردو بازار۔ لاہور ۲۰۴۳۱۔ ۰۲۱۔
- مکتبہ مرضویہ۔ بسیل شریعت صلح سرگودھا ۵۲۸-۹۹۵۹۲۔ ۰۵۱۔

فہرست

صفحہ نمبر

عنوانات

نمبر شمار

۱۱	انساب	
۱۲	تقریظ	۱
۱۳	پیش لفظ	۲
۱۹	مقدمہ	۳
۲۸	مؤلف کے حالات زندگی	۴

باب نمبر-1

اخساب کے معانی اور تعریفات

۳۲	اخساب کا لغوی معنی	۵
۳۳	اخساب کا اصطلاحی مفہوم	۶
۳۴	امر و نہی کی تعریف	۷
۳۵	معروف کی تعریف	۸
۳۶	منکر کی تعریف	۹
۳۷	معروف عدل جبکہ منکر ظلم ہے	۱۰
۳۸	اخساب امر بالمعروف اور نہی غنِ المنکر کے مجموعے کا نام ہے	۱۱
۳۹	اخساب کی فقہی تعریف	۱۲

باب نمبر-2

اختساب کی اقسام اور اس کا دائرہ کار

۵۰	اختساب کی اقسام	۱۳
۵۱	اختساب عرفی کی تعریف	۱۴
۵۰	اختساب شرعی کی تعریف	۱۵
۵۱	اختساب کا دائرہ کار	۱۶
۵۲	اختساب کی بنیاد اور نفاذ	۱۷

باب نمبر-3

بعثت نبوی سے قبل عرب میں انتظام عدل و احتساب

۵۵	بعثت نبوی سے قبل عرب میں انتظام احتساب و عدل	۱۸
۵۴	مغری مفکر کا رسالت مآب میں <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کو مقدار اعلیٰ اور قانون دان تسلیم کرنا	۱۹
۵۶	خطبۃ وجۃ الوداع انسانی حقوق کا عالمی چارٹر	۲۰

باب نمبر-4

عہد نبوی میں بے لاگ احتساب کی کمی جھلکیاں

۴۰	فرآن مجید میں احتساب کا حکم	۲۱
۴۰	بے لاگ احتساب پرست طبق کی روشنی میں	۲۲

۴۳	مہد نبوی میں احساب کا طریقہ کار	۲۲
۴۴	عہد رسالت مآب علیتیہ میں نظام احساب	۲۳
۴۵	مغرب میں سربراہ ریاست کے احساب کا تصور	۲۵
۴۶	عہد نبوی میں بے لام احساب کی عملی جھلکیاں	۲۶
۴۷	ایک شبہ کا ازالہ	۲۷
۴۸	پیغمبر اسلام مھمیت کا خود کو قصاص کیلئے پیش کرنا	۲۸
۴۹	ایک پیارے غلام کے احساب کی مثال	۲۹

باب نمبر-5

حکومتی اہلکار کی تعیناتی کیلئے اسلامی شرائط اور منتخب کیلئے شرائط و فرائض

۵۰	اسلام میں منصب کا مقصد	۳۰
۵۱	اسلام میں حکومتی اہلکار کی تعیناتی کی شرائط	۳۱
۵۲	منتخب کیلئے شرائط	۳۲
۵۳	منتخب کے فرائض	۳۳
۵۴	حقوق اللہ	۳۴
۵۵	حقوق العباد	۳۵
۵۶	جانوروں کے بارے میں احساب	۳۶

بابر نمبر-6

نظام احتساب عہد صدیقی و دور فاروقی میں

۸۰	دور خلافت راشدہ میں نظام احتساب	۳۷
۸۰	عہد صدیقی میں احتساب	۳۸
۸۲	عہد فاروقی میں احتساب	۳۹
۸۳	محتب کا فرض	۴۰
۸۳	مالی بدعنوائی کی سزا	۴۱
۸۵	اشعار میں نسوانی حسن کی ممانعت	۴۲
۸۵	فوجیوں کی چھٹیوں کے بارے میں حکم	۴۳
۸۶	دور فاروقی میں بے لگ احتساب کی سنہری مثالیں	۴۴
۸۷	امیر المؤمنین احتساب کی عوامی عدالت میں	۴۵
۸۹	اپنا فیصلہ واپس لے لیا	۴۶
۹۰	درڑھہ فاروقی کا کمال	۴۷
۹۱	کھلی کچھری کا انعقاد	۴۸
۹۲	گورنر مصربیئے سمیت عدالت فاروقی کے کنہرے میں	۴۹
۹۳	امیر المؤمنین کا خود احتسابی کا عمل	۵۰
۹۵	فلانچی اسلامی ریاست کا عملی نمونہ	۵۱
۹۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثیلی جنس سشم اور احتساب میں	۵۲

بَابْ نُمْبَرٍ - 7

بے لاگ احتساب عہد عثمانی و دور مرتضوی میں

۹۸	دور عثمانی میں احتساب	۵۳
۹۸	مظلوم کی دادرس	۵۴
۹۹	گورنر کا مواخذہ	۵۵
۹۹	دو عالمین کی بر طرفی	۵۶
۱۰۰	دور مرتضوی میں احتساب	۵۷
۱۰۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط علم سیاست کی بنیاد	۵۸
۱۰۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گورنر کوشانہ زندگی گزارنے پر اسے ڈائشنا	۵۹
۱۰۳	دور مرتضوی کے جھوں کی انصاف پروری اور دیانت داری	۶۰

بَابْ نُمْبَرٍ - 8

ادارہ احتساب تاریخ کے آئینے میں

۱۰۴	ادارہ احتساب تاریخ کے آئینے میں	۶۱
۱۰۸	مغرب میں محتسب کے ادارہ کی تاریخ	۶۲
۱۰۸	اہل مغرب کا غلط دعویٰ	۶۳
۱۱۰	غیر مسلم مستشرق کا اعتراف حقیقت	۶۴

باب نمبر ۹-

پاکستان میں احتسابی ادارے اور ان کا کردار

۱۱۲	پاکستان میں عملی احتساب	۶۵
۱۱۲	وفاقی محتسب کا ادارہ	۶۶
۱۱۲	وزیر اعظم کا معاشرہ کمیشن	۶۷
۱۱۳	فیڈرل انٹر کرپشن کمیشن	۶۸
۱۱۳	پریم جوڈیشل کونسل	۶۹
۱۱۳	پلک اکاؤنٹ کمیشن	۷۰
۱۱۴	وزیر اعلیٰ کی معاونتی شیم	۷۱
۱۱۴	یاستدانوں کا احتساب	۷۲
۱۱۴	آڈیٹر جزل	۷۳
۱۱۴	سول سرویس ایکٹ	۷۴
۱۱۵	انسیداد رشوت ستائی قواعد	۷۵
۱۱۵	سرورز ٹریوئل	۷۶
۱۱۵	نجی شعبے میں احتساب	۷۷
۱۱۵	صلع و تحصیل کی سطح پر احتساب	۷۸
۱۱۶	فوج کی نگرانی	۷۹
۱۱۶	ایف آئی اے	۸۰

بائب نمبر-10

پاکستان میں بے لگ احتساب کا لائچہ عمل

۱۱۸	پاکستان میں بے لگ احتساب کیلئے لائچہ عمل	۸۱
۱۱۸	احتساب کے مضبوط نظام کا قیام	۸۲
۱۱۹	ارا کین اسٹبلی اور پیاس تدانوں کا احتساب	۸۳
۱۲۰	آزاد عدالتیہ	۸۴
۱۲۱	پولیس کے نظام میں اصلاح	۸۵
۱۲۱	بے لگام بیوروکریسی کی اصلاح	۸۶
۱۲۲	اشیاء کی قیمتوں میں اعتدال اور ملاوٹ سے پاک اشیاء کی فراہمی	۸۷
۱۲۳	نظام شکس میں اصلاح کی ضرورت	۸۸
۱۲۳	اخلاق باختہ فلم کلچر کا خاتمه	۸۹
۱۲۴	نقشہ جات کی منظوری	۹۰
۱۲۴	امتحانی مرکز کی دیکھ بھال	۹۱

شہباز احمد چشتی

کی دیگر مطبوعہ کتب

- (۱) داناۓ راز ضیاء الامت (حضرت پیر محمد کرم شاہ الا زہری کے حالات زندگی)
 - (۲) کامیاب زندگی کا اسلامی تصور (مختلف نظام ہائے حیات کی روشنی میں)
 - (۳) ضیاء الامت و تحفظ عقیدہ ختم نبوت (پیر محمد کرم شاہ الا زہری عقیدہ ختم نبوت کے لئے مسائل کا نجوز)
 - (۴) پاکستان و ہلیز انقلاب پر (سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کا تجزیہ)
 - (۵) تصوف اور روح اسلام (تصوف کے خلاف فکری اختلافات کے جوابات)
- •

انساب

☆ فیضان نبوت کے حامل اس انسان مرتفعی کے نام جس کے لب ہائے گو ہر بار کھتے تو الفاظ وحی کا مفہوم ادا کرتے۔

☆ اس پیکر جلال، رہبر کامل کے نام جس کے سامنے کی پر چھائیاں دیکھ کر طاغوت اپنی ذریت سمیت بھاگ کھڑا ہوتا۔

☆ اس عظیم جرنیل کے نام جس کے سامنے تاریخ کے نامور جرنیل پڑا عظم، فریدرک عظم، سکندر را عظم اور اکبر عظم بونے نظر آتے ہیں۔ اور جس کو ماں کل ایچ ہارت جیسا نامور مستشرق، چارلی میکن اور جولیس سیزر سے بڑا مد بر قائم اور رہنمایانے پر مجبور نظر آتا ہے۔

☆ عشق رسول ﷺ میں سوختہ جاں اس محبت صادق کے نام جس نے زندگی را ہ محبوب پر فدا کر دی اور بعد از وصال جسے پہلوئے مصطفیٰ کریم ﷺ میں تا قیامت محب استراحت ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

میری مراد

رزم حق و باطل میں کوہ گران اور حلقة یاران میں
بریشم کی طرح نرم مطلوب رسول امیر المؤمنین
حضرت سید نافاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

گرقوں افتذ ہے عز و شرف

تقریظ

ہمارے فاضل دوست شہباز احمد چشتی ایک جدت طراز طبیعت اور خلاق ذہن کے مالک ہیں۔ ان کی افتاد طبع انہیں ہم دم سرگرم رکھتی ہے۔ اور ان کی ایج انہیں تحقیق و جستجو کے نئے نئے راستے دکھاتی رہتی ہے۔ روایت سے ایک گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ روح اسلام سے بھر پوز واقفیت کی وجہ سے درش سے ہر وابستگی ان کی طبیعت کو جمود کا شکار نہیں بن سکتی اور یہ ہر دور اور ہر زمانے کے چیلنج کا بھر پور جواب دینے کے عزم سے سرشار ہیں۔

اسلام کے حوالے سے کسی معدودت کا شکار ہونے کی بجائے اسلام کو ایک جامع اور مکمل نظام حیات کی حیثیت سے پورے اعتماد اور یقین سے پیش کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ اس کی صلاحیت سے ہی بہرہ ور ہیں۔ زیر نظر موضوع ہر ان کی تحریر ایک انفرادیت کی حاصل ہے۔ دورِ نبوت ﷺ اور دورِ خلفاء راشدین کے فکر و عمل کے گہرے مطالعے کے بعد انہیں دورِ جدید کے کے اسالیب احتساب کا جائزہ بھی لیا ہے۔ موجودہ ماحول اور معاشرے کے لئے اسلامی مزاج کے حوالے سے زیاق بھی تجویز کیا ہے۔ ایک نوجوان اسکالر کا تحقیق کی ان وادیوں میں آبلہ پا ہونا اور ان ادق موضوعات کو موضوع بنانا ایک قابل تحسین عمل ہے۔ یقیناً حضرت ضیا الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب اہل زہری کے باوہ علم و عرفان سے جناب شہباز احمد چشتی فیضیاب ہوئے ہیں، کی تعلیم و تربیت اور صحبت کے یہی اثرات ہونے چاہے۔ اللہ امین جزاۓ خیر عطا فرمائے۔

رضا الدین صدیقی

پیش لفظ

وفاقی وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان نے قومی اخبارات میں ایک اشتہار شائع کیا کہ ماہ ربيع الاول شریف کی مناسبت سے سیرت طیبہ کے موضوع پر تحریری مقامے وصول کئے جائیں گے۔ موضوع بے لاگ احساب سیرۃ طیبہ کی روشنی میں رکھا گیا۔

چہاں دیگر اہل فکر و دانش نے اس موضوع پر قلم اٹھایا وہاں اس طفل مکتب نے بھی اپنے محبوب آقلاعیۃ اللہ کی بارگاہ میں نذر انہ عقیدت پیش کرنے کے لئے اس موضوع پر لکھنے کی جسارت کی۔ اس وقت اگر چہ صرف چند صفحات پر مقالہ لکھ کر وزارت مذہبی امور کو ٹھیج دیا گیا۔ اور بعد ازاں روزنامہ جنگ راوی پنڈی اور ماہنامہ منہاج القرآن لاہور میں بھی یہ مقالہ چھپا لیکن میرے دل میں یہ تمبا دستور انگڑا سیاں لیتی رہی۔ کہ اس مقالہ کو کتابی شکل دی جائے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مقالہ کی ترتیب و تدوین اور تالیف کے وقت مجھے اس موضوع پر اردو زبان میں سوانی ڈاکٹر ایم ایم ناز صاحب کی کتاب اسلامی ریاست میں مختص کاردار اور جناب ساجد الرحمن صدیقی کانڈھلوی کی کتاب اسلام میں پولیس اور احساب کا نظام اور چند رسائل میں بکھرے ہوئے مضمایں ہی مل سکتے تاہم مقالہ کی تکمیل کے بعد اسے کتابی شکل دینے کا وقت آیا تو مجھے کئی اور کتب اور رسائل کھنگانے پڑے۔

زیر نظر کتاب اسلام کا نظام احساب میں، میں نے انتہائی اختصار کے ساتھ عہدِ نبوی اور عہد خلفاء راشدین کے نظام احساب کی جھلک پیش کی ہے۔ اور اس کے علاوہ ادارہ احساب کا تاریخی تسلسل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں احسابی ادارے اور ان کے کردار پر تھوڑی سی روشنی ڈال کر ان اداروں کو موثر کرنے کے حوالے سے چند تجاویز دی ہیں۔

آج جبکہ عالمی سطح پر تہذیبوں کے ٹکراؤ (Clash of civilization)

ہذا ہندو را پیٹا جا رہا ہے میرے نزدیک امن عامہ کے قیام، سیاسی ڈھانپے کی تجدید، اُنظام معاشرے و ثقافت کی اصلاح اور معاشی ہیئت کی تبدیلی کے لئے اسلامی نظام حیات کی ہر شعبے میں عصری تقاضوں کے مطابق تشکیل نو کی اشد ضرورت ہے۔ اور اسلام کے عقائد و تعلیمات کی جدید سائنسی و عقلی تعبیر و تشرع کا فریضہ سرانجام دے کر ہی دراصل دور حاضر کے پیشہ کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

اس طرح اسلام کے نظام اخساب کی بھی جدید ہیئت پر تشکیل وہ کارنامہ ہے جسے سرانجام دیئے بغیر حقیقی اسلامی فلاحتی ریاست قائم کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اس موضوع پر متقد میں میں سے علامہ ابن خلدون، امام غزالی، امام الماورودی، قاضی ابو یعلی، ابن الاخوۃ امام عبد الرحمن شیرازی، ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہم کی کتابیں اور مضاف میں موجود ہیں جبکہ عصر حاضر میں ڈاکٹر محمود غازی، پروفیسر محمد المبارک، ڈاکٹر ایم ایم ناز، جناب ساجد الرحمن صدیقی کاندھلوی، مولانا تقی امینی، جناب شہزاد شام، ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی اور سید محمد متین ہاشمی نے اپنی کتب اور مضاف میں میں اسلامی نظام اخساب کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

تحریک ضیاء الاسلام پاکستان کا تصنیف و تالیف کا ذیلی ادارہ، ضیاء الاسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ دراصل ایسی کتب کی اشاعت میں مصروف عمل ہے جو فکر اسلامی کی جدید تعبیر و تشرع تحریک اسلامی کے کارکنوں کی فکر کو جلا بخشے، محمدی انقلاب کی جدوجہد کو تیز تر کرنے اور پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحتی ریاست بنانے میں معاون و مددگار ہیں سکیں۔

میری یہ تالیف بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ میں اگرچہ یہ کتاب دو سال قبل تکمیل کر چکا تھا تاہم بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اسے تاخیر سے زیور اشاعت سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

اللہ کریم کی بارگاہ صمدیت میں دعا ہے۔ کہ وہ ذات پاک اپنے محظوظ نبی کریم
رحمۃ اللعائین ﷺ کا صدقہ اس کتاب کو بھی اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور اسے
میری بخشش کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

خاک راطیبہ

شہباز احمد چشتی

شعبان معظم ۱۴۲۳ھ

اکتوبر 2003ء

اخساب

آسمان سے آ گیا آخر ہے نالوں کا جواب
 ظالموں پر ہو گیا ، نازل خداوندی عتاب
 مت گیا زور و تکبر چل بسا زور خطاب
 وقت کے پردے پھٹے ، پھر ہو گئے وہ بے حباب
 اخساب و اخساب و اخساب و اخساب

صرصر حرص و ہوا نے چاث کھایا تھا چمن
 چمن گیا ذوق تعزل مت گئی فکر سخن
 ہاں ریاض ذہن سے نوچے گئے سب نسترن
 اس گھشن کے بعد آیا پھر سے رحمت کا سحاب
 اخساب و اخساب و اخساب و اخساب

لک گیا تھا حسن کے بھی ہاتھ سے رنگ تھا
 عنبریں زلفوں سے غائب ہو گئی بوئے صبا
 ہر طرف سے انھی گئی نازک خیالوں دعا
 ہو گیا پھر رحمت کا نزول لا جواب

اختساب

آسمان سے آ گیا آخر ہے نالوں کا جواب
 ظالموں پر ہو گیا ، نازل خداوندی عتاب
 مٹ گیا زور و تکبر چل بسا زور خطاب
 وقت کے پردے پھٹے ، پھر ہو گئے دہ بے حباب
 اخساب و اخساب و اخساب و اخساب

صرصر حرص و ہوا نے چاٹ کھایا تھا چمن
 چمن گیا ذوق تعزل مٹ گئی فکر سخن
 ہاں ریاض ذہن سے نوچے گئے سب نسترن
 اس گھشن کے بعد آیا پھر سے رحمت کا سحاب
 اخساب و اخساب و اخساب و اخساب

لٹ گیا تھا حسن کے بھی ہاتھ سے رنگ حنا
 عنبریں زلفوں سے غائب ہو گئی بوئے صبا
 ہر طرف سے اٹھ گئی نازک خیالوں دعا
 ہو گیا پھر رحمت کا نزول لا جواب
 اخساب و اخساب و اخساب و اخساب

ہائے تھا جریل رخصت تھا عزاں میں عروج
 بجھ گئے تھے چار سو جب عشق و منسی کے سروج
 منہدم تھے صحن ہستی میں شرافت کے بروج
 بام تقدیر خدا سے سن لیا پھر یہ خطاب
 احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

چلچلاتی دھوپ میں مجھ کو جو تڑپایا گیا
 چھین کر لقمہ جب میرے منہ کا بھی کھایا گیا
 بوستان فکر اجزا خار کو لایا گیا
 ایسے عالم میں یقیناً زجز گونجا بے حساب
 احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

فوج ارض پاک کو ہے فکر شاعر کا سلام
 فوج ارض پاک ہے محبوب داور کی غلام
 آہنی ہاتھوں میں جس کے ہے وطن کی اب زمام
 اس کو بھی دینا ہے اک دن اپنے کرنے کا حساب
 احتساب و احتساب و احتساب و احتساب

لشکرِ اسلام ہے اپنی سپاہِ مصطفیٰ
 مت گئے ظالم، ہوئی ہم پر نگاہِ مصطفیٰ
 ہو گئی محفوظ پھر سے عز و جاہِ مصطفیٰ
 فوجِ اپنی لازوال و بے مثال و لا جواب
 احساب و احساب و احساب و احساب

سرورِ کونین کے نوری چمن کا اک گلاب
 نیزِ عشق و محبت کا ہے درخشاں اک شہاب
 اپنا پاکستان ہے بحرِ مدینہ کا حباب
 آج اس کے سب سوالوں کا فقط ہے اک جواب
 احساب و احساب و احساب و احساب

اب نظام سید کونین آنا چاہئے
 جذبہ شیر کو دنیا پہ چھانا چاہئے
 ہاشمی جود و کرم سے فیض پانا چاہئے
 لشکرِ محبوب داور لائے گا یہ آب و تاب
 احساب و احساب و احساب و احساب

(سید شیر احمد ہاشمی)

مقدمہ

اسلامی ریاست کی اساس نظام عدل پر قائم ہوئی۔ رسالتِ مامن ﷺ نے ایسا معاشرہ قائم کیا۔ جو ہر پہلو سے ایک مثالی معاشرہ کہلاتا ہے۔ ایک مغربی مفکر ”مثالی معاشرہ اس معاشرے کو کہتے ہیں جس میں ہر شخص اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک ہو۔“ اس لحاظ سے اگر نبی ﷺ کے قائم کردہ معاشرہ کو دیکھیں تو وہاں ریاست کے عام فرد سے لے کر حکمران تک ہر شخص ہی کردار کا پیکر اور اعلیٰ اخلاق کا بلند نمونہ نظر آتا ہے۔ فرد کی شخصی زندگی سے لے کر معاشرے کی اجتماعی زندگی اور پھر میں الاقوامی زندگی تک پورا معاشرہ ان انسانی عظمتوں اور رفتاروں پر فائز تھا کہ ملائکہ بھی ان قدسی صفات انسانوں کی زندگیوں پر روشنگاری کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یقیناً یہ تھی کہ ایمان کی مضبوطی نے انہیں انسانی معیارات کی بلندیوں تک پہنچادیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ
لِيُسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ -“، الح

وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا۔

اس آیت کریمہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ حکومت اور بطور خاص اسلامی ریاست کی حکومت کے لئے ایمان اور عمل صالح شرط اولین ہے۔ یہ تصور علاقائی نہیں بلکہ نووعیت کا ہے۔ اس لئے کہ اسلامی ریاست میں دین اور دنیادوں کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اسلامی معاشرے کو یونہی بے لگام نہیں چھوڑ دیا بلکہ اسے نظامیاتی شکل (Systematically Shap) بھی عطا فرمائی۔ اور پھر سیاست کے اعلیٰ اصولوں پر مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست (Islamic State) قائم بھی فرمائی۔ اور اس اسلامی ریاست کو ان سیاسی و معاشرتی قدروں (Socio. Political Values) پر اس طرح باہم مربوط و منضبط فرمایا کہ مملکت کا ہر فرد باہمی معابرے (Mutual Treaty) میں غسلک نظر آتا ہے۔ اس کی مثال بیان میڈینہ (Pact of Madina) ہے۔ جو تقریباً 52 رفعتات (Sections) پر مشتمل ہے جس کے تحت مسلمان، یہود اور مشرکین ریاست کے دفاع اتفاق و اتحاد اور قیام امن کے پابند تھے۔

اور یہ پہلا تحریری آئین (Written Constitution) تھا جس نے انسانی زندگی کو بے ترتیبی اور بے اعتدالی کے ماحول سے نکال کر نظم و ضبط کی لڑیوں میں پروردیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست کو ایسا فکری و نظامیاتی ڈھانچہ عطا فرمایا کہ اس کی بناء پر آگے سیاسی و معاشرتی نظاموں کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اسلام کی آئینی و دستوری خدمات میں سے یہ بھی ہے کہ تینوں ریاست کے اعضاء (Organs) کو مقدنة (Legislature)، عاملہ (Executive)، عدیلیہ (Judiciary) کو علیحدہ علیحدہ تشخیص دیا گیا۔ اور خلافت راشدہ کے دور میں مقدنة کو ”اہل احکام و العقد“، عاملہ کو ”اوی الامر“ اور عدیلیہ کو ”القضاء“ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اور ان کے باقاعدہ دائرہ کا رہی متعدد کئے گئے تھے۔ جبکہ مغربی علم دستور میں ان کا تصور بہت بعد میں جا کر پیدا ہوا۔ بلکہ (Common Law) پر باقاعدہ فقہی و قانونی مجموع Justice and legal codes) بھی اسلام کی دوسری صدی کے اوائل

میں مرتب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جنہیں باقاعدہ حصص اور ابواب (Parts) میں تقسیم کیا جاتا تھا اور عبادات (Religious and Chapters) میں تقسیم کیا جاتا تھا اور عبادات (Civil Laws) معاملات و معاهدات (Family Laws) مالیات (Penal Laws) و عقوبات (and Contratual Laws) مالیات (Procedural s) اور قضاء و شہادات (Financial Laws) وغیرہ کی باقاعدہ قانونی و فقہی تقسیم بھی عمل میں آچکی تھی۔

معاشرے میں عدل اجتماعی (Social Justice) چونکہ اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری اور عدل کا محض ایک لفظ اسلام کی جملہ تعلیمات کے حقائق اور اساسیات پر محیط ہے۔ اسی وجہ سے حدیث نبوی ﷺ کے مطابق قیام عدل میں صرف کی جانے والی ایک ساعت ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے اور فقہاء کرام کے نزدیک عدل سے مراد حق دار کو اس کا حق دلانا اور ظالم کو ظلم سے روکنا ہے۔ اور احتساب کا معنی بھی چونکہ امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کے ہیں۔ اس لحاظ سے احتساب کا عدل سے گہرا تعلق بتتا ہے۔ احتساب (Accountability) کا تصور نہ صرف مذہبی و دینی لحاظ سے بلکہ دنیاوی امور میں بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ نیکی کی تلقین اور برائی سے منع کرنا اسلامی ریاست کے ارباب بست و کشاوی بنیادی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ اخلاقی اساس کے بغیر کوئی ریاست جتنی بھی مادی ترقی کر لے اسے مثالی ریاست نہیں کہا جا سکتا۔

اور اسلام میں احتساب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں، ہی اسلامی ریاست میں ولایت مظالم یعنی ظلم کی روک تھام کا محکمہ قائم فرمادیا۔ عہد صدقیقی میں قاضی ہی مختص کے فرائض سرانجام دیتا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قاضی

القضاء (Chief Justice) بھی تھے اور محتسب بھی۔ پھر عہد عثمانی میں بھی یہ ادارہ قائم رہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوادریس الخوارزمی ولایت مظالم کے سربراہ تھے۔

خلافت رشدہ کے بعد اموی دور میں خلیفہ عبدالملک نے محتسب کے ادارے کو قائم رکھا اور پھر عباسی دور میں خلفاء نے فوجداری عدالتیں قائم کیں ان کا سربراہ صاحب المظالم ہوتا تھا۔ اور بڑی عدالت دیوان النظر فی المظالم بھی قائم ہوئی خلیفہ خوداں کی صدارت کرتا اور اخساب کا کام جاری رکھتا۔ فاطمی دور میں خلیفہ المعز نے ایک ادارہ ناظر المظالم قائم کیا۔ ملٹری گورنر، وزیر، قاضی اور فقہاء اس ادارے کو چلاتے تھے اور فیصلے صادر کرتے تھے۔

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی اپنے ایک مضمون ”اسلام میں اخساب کا تصور“ میں لکھتے ہیں کہ

”سلطنت عثمانی میں اخساب کے بارے میں باقاعدہ ضوابط تشکیل دیئے گئے۔ محتسب کا ادارہ سلطان بایزید کے دور حکومت میں قائم ہوا۔ اور ۸۵۲ء تک قائم رہا۔ عباسی دور میں ایک بڑا ہم ادارہ قابل ذکر ہے۔ اس کا نام محتسب الہماں (Mitsib Al-Hamām) تھا۔ حتیٰ کہ دیہاتوں میں بھی محتسب کام کرتے تھے۔ رضا شاہ پہلوی نے محتسب کے ادارے کو آخر کار ختم کر دیا۔ تاہم اگر تاریخ کے آئینے میں محتسب کے ادارے کو دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ ادارہ نبی کریم ﷺ کی دور ریاست میں قائم ہوا۔ اور بالخصوص درج ذیل بادشاہوں کے دور میں مقبول رہا۔

(۱) غیاث الدین بلبن (۳۳۶ کے لے کر ۳۸۶ء ہجری تک)

(۲) فیروز الدین تغلق (۴۵۲ کے لے کر ۹۰۷ء ہجری تک)

(۳) سکندر لودھی (۸۹۶ سے لے کر ۹۲۳ء ہجری تک)

اور اس کے بعد اور نگ زیب کے دور میں بھی مقبول رہا۔

محمود غزنوی نے بھی اس ادارے میں کافی دلچسپی لی۔ غیاث الدین بل بن کے دور میں ہر دیہات جس کی آبادی ۲۰۰ سے ۲۰۰ تک تھی۔ وہاں ایک محتسب مقرر کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں مغل حکمرانوں نے احصاب کے محکمہ کو محکمہ کوتوال میں بدل دیا تاہم محتسب کا محکمہ اس لحاظ سے مقبول رہا۔ کہ شراب، افیون اور دیگر غشیات کے استعمال کرنے والوں کو بھی سزا میں دی جاتی تھیں۔

امام الماوردی نے ولایۃ المظالم کی تعریف اس طرح کی ہے۔

”هُوَ قُولُ الْمُتَظَالِمِينَ إِلَى التَّنَاصِفِ بِالرَّهْبَةِ وَزِجْرِ الْمُتَنَازِ

عین عن التَّجَاهِدِ بِالْهَبَّةِ“

یعنی ولایت مظالم سے مراد یہ ہے کہ آپس میں تعدی اور ظلم کرنے والوں کو جبراً عدالت میں پیش کر کے انصاف کرایا جائے اور اگر انکار کریں تو ڈر ادھم کا کرامہ لیا جائے۔ یوں اس منصب کی بنیادی غرض جبراً و استبداد اور ظلم و تعدی کا خاتمه ہے۔ تاہم ولایۃ المظالم اور رہبہ میں معمولی سافق ہے۔ اور ایک لحاظ سے مماثلت و مشابہت بھی۔

جناب سید عبدالرحمٰن بخاری لکھتے ہیں:-

”ولایۃ المظالم اور رہبہ میں مشابہت و قوت اقتدار کے رعب وہیت کے مظالم اور کھلمن کھلا ظلم اور عدوان کے معاملات کی سماught میں ہے۔ اور فرق مندرجہ ذیل پہلوؤں میں ہے۔

(۱) ادارہ مظالم ان امور و مقدمات کی سماught کرتا ہے جن کی انجام دہی سے قاضی عاجزو کمزور ہو جبکہ ادارہ الحبہ ان معاملات سے تعلق رکھتا ہے جو بہت چھوئے ہوں۔ اور قاضی کی عدالت میں ان کا پیش کرنا مناسب نہ ہو یہی وجہ ہے کہ ولی مظالم کا

درجہ قاضی سے برتر ہے۔ جبکہ حبہ کی حیثیت قاضی سے فروٹ اور اس کے تابع و معادن کی ہے۔

(۲) ادارہ مظالم کے سربراہ کو مقدمات کی سماعت اور فیصلے دینے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ جبکہ منتخب کو ایسا کوئی اختیار نہیں۔ مزید برآں دیوان المظالم ایک برتر ادارہ ہونے کی حیثیت سے قاضی اور منتخب دونوں کا نگران ہے۔

یہ تو ولایت المظالم اور حبہ میں بنیادی فرق تھا۔ جبکہ ولایت المظالم اور ادارہ قضاء میں بھی فرق ہے جناب سید عبدالرحمن بخاری الامام الماوردي کی الاحکام السلطانیہ کے حوالے سے ادارہ قضاء اور ولایت المظالم میں دس چیزوں میں بنیادی فرق بیان کرتے ہیں۔

(۱) اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے ناظر المظالم کا باہمیت قوی اور بدبدہ والا ہونا لازمی ہے۔ لیکن قاضی کے لئے ایسا ہونا ضروری نہیں۔

(۲) ولایت المظالم کا ادارہ اختیار امور واجبہ سے گزر کر امور جائزہ کو بھی محیط ہے۔ لہذا وہ قول فعل دونوں کے اعتبار سے وسیع الاختیارات ہوگا۔

(۳) ناظر مظالم قرائن اور شواہد حالیہ سے کام لے کر تفتیش واقعات اور حق و باطل میں امتیاز کر سکتا ہے۔ بخلاف قاضی کے۔

(۴) جس شخص کی فطرت میں ظالمانہ اور با غیانہ جذبات موجود ہوں اس کی تادیب و اصلاح ولایت المظالم کے اختیار میں ہے۔

(۵) کسی مقدمہ کی نوعیت کے پیش ناظر مظالم تصفیہ میں تاخیر کر سکتا ہے لیکن قاضی کسی فریق کے مطالبہ کے بغیر اس کا مجاز نہیں۔

(۶) ناظر مظالم مناسب سمجھے تو فریقین کو مصالحت پر مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن قاضی فریقین کی رضامندی کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔

(۷) اگر فریقین انصاف و اعتراف حقوق پر آمادہ نہ ہوں تو ناظر مظالم انہیں پولیس کی حراست میں دے سکتا ہے۔ تاکہ پولیس انہیں رِ حقوق اور ایک دوسرے کی تکذیب سے باز آنے پر آمادہ کر سکے۔

(۸) مجہول الحال اور قضاۓ کے نزدیک ناقابل شہادت افراد کی شہادت والیء مظالم سن سکتا ہے۔

(۹) گواہوں کے بیان مشکوک و مشتبہ معلوم ہوں تو ناظر مظالم ان سے حلف لے سکتا ہے۔ نیز ازالۃ شک کے لئے گواہوں کی تعداد بھی بڑھا سکتا ہے۔ مگر قاضی اس کا مجاز نہیں۔

(۱۰) ناظر مظالم فریقین کے زراع کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ابتداؤ گواہوں کے بیانات سن سکتا ہے۔ لیکن قاضی مدعی سے گواہ طلب کرتا ہے اور اس کے کہنے پر گواہوں کے بیانات سنتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ولایۃ المظالم کا مقصد اور بنیادی فرض ہے قانون کی حکمرانی قائم کرنا، عدل و انصاف نافذ کرنا، ظلم و جبر کا استیصال کرنا اور اس سلسلے میں اس کے دائرہ اختیار میں تمام انتظامی امور، خصوصی معاملات اور عبادات سے تعلق امور بھی شامل ہیں۔

اس کی حیثیت ”عدالت اپیل“ (Appellent Court) ”عدالت عام“ (Common Court) کو بھی اور اعلیٰ ترین انتظامی عدالت کی بھی اور یہ تنفیذ یہ عدالیہ اور نئے عرف و ضرورت پر مبنی مسائل کی حد تک تشریعیہ کے اختیارات کو جامع ہے۔ اس کے لئے اسلام کے عدالتی نظام اور معاشرے میں نفاذ عدل کے اداروں میں اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

اسلام میں احتساب کے موضوع پر بہت سے مقتد میں علماء نے کام کیا ہے۔ اہم کتب میں قاضی ابو الحسن الماوردي کی احکام السلطانیہ، علامہ ابن تیمیہ کی

الحسبة في السلام، قاضي ابو يعلى الغراء کی احکام السلطانیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم، پروفیسر محمد المبارک کی الدولۃ نظام الحسبة عند ابن تیمیہ اور ابن الاخوۃ کی معالم القرابة وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ عصر حاضر میں اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، اسلام میں احتساب کا نظام، اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، حالات و زمانہ کی رعایت اور اسلام کا نظام امن وغیرہ اور کتب قابل ذکر ہیں۔ اسلامی نظام احتساب ایک ایسا موضوع ہے جس پر عصری تقاضوں کے مطابق ٹھووس اور تفصیلی کام کی اشد ضرورت ہے زیرِ نظر کتاب ”سیرۃ طیبہ کی روشنی میں پاکستان میں اسلامی نظام احتساب“ بھی اس احساس اور جذبے کے پیش نظر جدید خطوط پر لکھی گئی ہے۔ تاکہ پاکستان میں جب وہ وقت آئے کہ ریاستی ڈھانچے کی بنیاد میں اسلام کے ابدی احکام و تعلیمات پر اٹھائی جائیں تو نظام احتساب کی اسلامائزیشن میں یہ کتاب اہم کردار ادا کر سکے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ایک طرف سیرت کے موضوع پر ہونے کے ناطے ایک گنہگاریتی کی اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں خراج عقیدت و محبت ہے تو دوسری طرف پاکستان میں حقیقی اسلامی فلاجی نظام کے قیام کی خاطر کی جانے والی کاوشوں کے تسلسل میں ایک حقیری کوشش بھی۔

غبار راہ مدینہ

مؤلف

شہباز احمد چشمی

مؤلف کے حالاتِ زندگی

دین اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ یہ انسان کو جامع نظریہ حیات عطا کرتا ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کا فطری حسن حیات انسانی کے جملہ پہلوؤں میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اسلام نہ تو دنیا سے کلی انقطاع کا درس دیتا ہے اور نہ ہی کلی موافقت کا۔ اسی طرح اسلام نہ تو زندگی بھر خلوت شیئی اختیار کرنے کا روادار ہے اور نہ ہی محض ہنگامہ ہائے کائنات میں الجھے جانے کا قائل۔ یہی وجہ ہے کہ اہل بصیرت اور اہل قلب و نظر نے صرف دینی علوم کو دامن میں سمیئنے کی پابندی نہیں لگائی۔ بلکہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم کے حصول کی بھی تلقین کی ہے۔

اس کی ایک روشن مثال عصر حاضر کی نابغہ روزگار ہستی سیدی و مرشدی ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الا زہری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے۔ آپ نے دارالعلوم محمد یہ غوثیہ میں جدید و قدیم علوم کو ایسا حسین امتزاج عطا کیا کہ آج عالم اسلام کی تمام درسے گاہیں اسے اپنے لئے خضرراہ سمجھتی ہیں۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ افراد کا قافلہ آپ ہی کی بتائی ہوئی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اسی قافلے کا ایک نوجوان جو اپنے مرتبی و محسن ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو فروع دینے کے لئے شاہراہ عزم واستقامت پر گامزن ہے۔ میری مراد نوجوان مذہبی سکالر علامہ شہنہاز احمد چشتی ہیں۔

یہاں اس بات کا اظہار بے جانہ ہو گا کہ تعارفی سطور محض، نمودنماش اور روایتی طریق کا رکن بناء پر نہیں۔ بلکہ ہمه جہت علمی، فلکی، تحریکی اور انقلابی ثغرات کے

حصول کے لئے رقم کی جاری ہی ہے جو اس کے متقاضی ہیں۔

والدین:

موصوف کے والد گرامی حافظ بہاؤ الحق صاحب انتہائی درویش منش، ملشار، خوش اخلاق اور منکر المراج شخصیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے جنڈ شریف ضلع گجرات سے حافظ قاری علم دین صاحب کی درسگاہ سے علم حاصل کیا اور حفظ قرآن کریم کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ حافظ علم دین صاحب وہ عظیم بزرگ تھے جنہوں نے اپنے نام کے ایک سو چالیس افراد کو قرآن کریم حفظ کرایا۔

حافظ بہاؤ الحق صاحب دین سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک ان کے معمول میں یہ چیز بدستور شامل ہے کہ جہاں کہیں کوئی محفل یا جلسہ ہو تو وہ علمائے کرام کی زیارت اور گفتگو سننے کے لئے حتی الامکان وہاں شرکت فرماتے ہیں۔ عبادت و ریاضت سے انہیں خصوصی شغف ہے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت بڑے احسن انداز میں فرمائی ہے۔ تاہم ان کی دعاؤں اور تربیت کا خصوصی ثمر علامہ شہباز احمد چشتی ہیں۔ جن کے لئے انہوں نے بے شمار بزرگوں سے دعا میں کروائیں اور جب علمائے کرام کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہونے کے لئے تشریف لے جاتے تو انہیں ضرور ساتھ لے جاتے۔

موصوف کی والدہ صاحبہ عبادت کی دلدادہ ہیں۔ اور ان کی زندگی جہد مسلسل اور سعی پیغم سے عبارت ہے۔ موصوف اپنی کتاب ”کامیاب زندگی کا اسلامی تصور“ کے انتساب میں رقم طراز ہیں۔

”پیاری امی جان کے نام!

جن کے سوز زندگی نے مجھے حقیقت زندگی سے آگاہ کیا۔ جن کی مشقت بھری زندگی نے مجھے جہاد زندگانی کی راہ پر چلا�ا۔ جن کی پرتا شیر اور فلک پاش دعاوں نے مجھے زندگی کے رخ زیبا سے نقاب کشائی کا ملکہ عطا فرمایا:

اے میرے اللہ کریم!

مجھ سے میری پیاری ماں کی آغوش لطف و محبت نہ چھیننا۔ ان کی عمر اور صحت میں برکت کے ساتھ مجھے ان کے صحاب کرم کا سایہ عطا کیے رکھنا کیونکہ میں انہی کے نالہ ہائے شہم شہی کا صدقہ ہوں۔“

پیدائش:

علامہ شہباز احمد چشتی مو رخہ کیم مئی ۱۹۷۳ء ڈنگہ کے قریب ایک قریہ ”چھماں“ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ قریہ ہے جہاں موصوف کے والد گرامی نے ربع صدی (۲۵ سال) بلا معاوضہ امامت کے فرائض سرانجام دیے۔

ابتدائی تعلیم:

موصوف نے تعلیم کا آغاز آبائی قریہ ”جا تریا کلاں“ (لالہ موسیٰ) میں گورنمنٹ پرائمری اسکول سے کیا۔ اور پرائمری کے بعد چھٹی کلاس کے لئے پہلے گورنمنٹ مڈل سکول ریلوے کالونی اور بعد ازاں ایم۔ اے جناح پسیر یز سائنس سیکنڈری سکول لالہ موسیٰ میں داخلہ لیا۔ لیکن گھر ریلوے ماحول چونکہ زمیندارانہ تھا۔ بڑے بھائی کے ساتھ کار و باری مصروفیات میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہاں لالہ موسیٰ میں اپنی تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ چنانچہ موصوف کے والد گرامی اپنے لخت جگر کو جن کا مستقبل انہیں بے حد عزیز تھا، ضلع گجرات کے معروف دینی اور

علمی درسگاہ دارالعلوم ضیاء القرآن سعید آباد بوکن شریف میں داخل کرایا۔ جو کہ مرکزی دارالعلوم محمد یہ غوثیہ بھیرہ شریف (صلع سرگودھا) کی ذیلی شاخ ہے۔ جس کے پرنسپل حضرت ضیاء الامم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز پیر سید زاہد صدیق شاہ صاحب ہیں۔

دنی و دنیوی تعلیم:

ادارہ ہذا میں موصوف نے دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ اور پانچ سال میں مڈل کی تعلیم کے ساتھ ادیب عربی کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ناظم ادارہ پیر سید زاہد صدیق شاہ صاحب نے ایک استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مرتبی کی حیثیت سے ان کی خوب تربیت فرمائی۔ دین کے ساتھ والہانہ لگاؤ، فروع علم اور اشاعت اسلام کا جذبہ انہوں نے اپنے استاد گرامی قبلہ شاہ صاحب سے ہی حاصل کیا۔ ان کی شفقتوں کا ہی نتیجہ تھا کہ انہوں نے اپنے اس عزیز کو اس کے ساتھیوں کے ہمراہ دارالعلوم ضیاء القرآن بوکن شریف میں تکمیل تعلیم کے بعد مرکزی دارالعلوم محمد یہ غوثیہ بھیرہ شریف میں داخل کرایا۔ اور وہاں انہوں نے بالترتیب میڑک، عالم عربی، ایف۔ اے، فاضل عربی، بی۔ اے اور دورہ حدیث شریف کے امتحانات پاس کئے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ موصوف بھیرہ شریف میں حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ غیر نصابی گرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ جن میں تقریبی مقابلے، مباحثے، مقابلہ ہائے مضمون نویکی ان کی دلچسپی کا خصوصی مرکز رہے۔

عقیدت شیخ:

بھیرہ شریف میں دوران تعلیم موصوف حضرت ضیاء الامت جسٹش پیر محمد کرم شاہ الا زہری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت ولایت میں زیادہ سے زیادہ حاضری دے کر کسپ فیض کرتے رہے۔ اور وہ اپنے شیخ سے اس وقت سے لے کر اب تک بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے تلامذہ میں سے انہوں نے سب سے پہلے آپ کی شخصیت و کردار پر مبنی مبسوط کتاب دانائے راز ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھنے کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ اپنے شیخ و مرتبی کو ان الفاظ میں ارمغان عقیدت و محبت پیش کرتے ہیں۔

”حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اس گئے گزرے دور میں واقعتاً روشنی کا ایسا مینار تھی جس نے کئی گم کردہ را وحقيقۃ کو واصل منزل کیا۔ آپ صاحب فتویٰ ہی نہیں، صاحب تقویٰ بھی تھے۔ آپ خلوت نشین نہیں، مردمیدان تھے۔ مناظرانہ ترنگ نہیں، عاشقانہ رنگ رکھتے تھے۔ مکتب کے دربان نہیں، طریقت کے زازدان تھے۔ سیاست کے سکندر نہیں، تصوف کے قلندر تھے۔ وجہ و رقص پر اصرار نہیں، ادب و سلوک سے پیار تھا اور عالماں جلال ہی نہیں، صوفیانہ جمال بھی رکھتے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دولت و ثروت کے نگہبان نہیں، فقر غیور کے پاسبان تھے۔ اب جی ترستا ہے کہ ان کی ایک جھلک ہی نصیب ہو جائے مگر اب

وہ بادشاہی کی سرمستیاں آہاں

اٹھیئے! بس اب کہ لذتِ خواب حرجیٰ ۔“

محترم جناب شہباز احمد چشتی کی طرف سے یہ بھی اپنے شخچ کامل کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت کا ایک انداز ہی تھا کہ انہوں نے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے کی جانے والی کاؤشوں کو ”ضیاء الامت و تحفظ عقیدہ ختم نبوت“ کے نام سے ایک کتاب پچ کی شکل میں کیجا کیا۔ مزید برآں موصوف نے تحریک ضیاء الاسلام پاکستان کے ترجمان موئقر مجلہ ضیاء الاسلام کے چیف ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر تقریباً ڈیڑھ صفحات پر مشتمل جامع، ضخیم دیدہ زیب اور صاحبان علم و فکر کی تحریروں سے آرٹسٹہ ”ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ“ نمبر بھی نکالا۔

اعلیٰ تعلیم

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے میکدہ علم و عرفان مرکزی دارالعلوم محمد یغوثیہ بھیرہ شریف سے اپریل ۱۹۹۸ء میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد محترم جناب چشتی صاحب نے انٹریشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں الکلیئہ القانون میں داخلہ لیا۔ وہاں سے حال ہی میں انہوں نے ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان پاس کیا۔ اسلام آباد میں ”Law“ کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے سیاسیات کا امتحان بھی پاس کیا۔

ذوق خطابت کی ضیا، پاریاں

موصوف کے والدگرامی جو علماء کرام کے خطابات کو سننے کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔

انہوں نے جب بھی کسی واعظ یا خطیب سے خطبہ سننا تو آکر اپنے بیٹے کو سنادیا۔ اور بعد ازاں دوست و احباب کی مجلس میں وہی خطاب سننے کا تقاضا کیا۔ اس طرح علم دوست والد نے بڑی محنت سے اپنے بیٹے کے اندر جو ہر خطابت پیدا فرمایا۔

یہ اسی سعی کا نتیجہ تھا کہ محترم جناب شہباز صاحب نے جب دارالعلوم بون شریف میں داخلہ لیا تو پہلے ہی سال فلسفہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع پر منعقدہ تقریری مقابلے میں اول پوزیشن حاصل کی اور وہاں سے حصول تعلیم کے بعد بھیرہ شریف میں میڑک کے سال میں انجمن ندوۃ العرفان کے زیراہتمام منعقدہ مباحثہ بعنوان ”سیرت اچھی یا صورت“ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ بعد ازاں بھیرہ شریف میں منعقدہ کئی تقریری مقابلوں اور مباحثوں میں حصہ لیا اور نمایاں پوزیشنیں حاصل کیں۔

آخری چار سالوں میں نے مسلسل تین سال تقریری مقابلوں میں اول پوزیشن حاصل کی اور چوتھے سال طلباء نے احتجاج کہا کہ اگر ”شہباز چشتی“ نے تقریری مقابلے میں حصہ لیا تو ہم نہیں لیں گے۔ کیونکہ وہ ہر دفعہ فرست پرائز نہیں جاتا ہے چنانچہ موصوف کو تقریری مقابلے میں اعزازی تقریری کی دعوت دی گئی۔

محترم علامہ شہباز احمد چشتی بھیرہ شریف میں آخری سال میں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ انہوں نے منہاج القرآن انٹریشنسن یونیورسٹی میں بین الکلیاتی تقریری مقابلوں میں اپنے ادارے کی نمائندگی کرتے ہوئے حصہ لیا۔ اور وہاں 16 کا لجز اور یونیورسٹیز کے

32 مطباء کے درمیان ہوتے والے مباحثہ بخواں "معاشرتی برائیوں کا نامہ" میں "معاشرہ" میں اول پوزیشن حاصل کی اور انگلش تقریری مقابلے میں پنجاب بھر میں پوشی پوزیشن حاصل کی۔

بھیرہ شریف میں دوران تعلیم محترم جناب چشتی صاحب نے خطبہ جمعہ بھی شروع کر دیا۔ علاوہ ازیں ملک کے کئی اضلاع میں عوامی خطیب کی حیثیت سے اپنی خطابت کا لواہ منایا۔ بھیرہ شریف سے فراغت کے بعد جب انہوں نے انٹرنیشنل اسلام آباد یونیورسٹی میں داخلہ کیا تو وہاں بھی فن خطابت کے جوہر دکھائے اور یونیورسٹی میں منعقدہ تقریری مقابلے میں سینکڑ پوزیشن حاصل کی۔

اسلام آباد میں ڈاکٹر یونیورسٹی میں دوران تعلیم ہی موصوف نے ہالی ڈے ان ہوٹل اسلام آباد میں کئی صاحبان علم و فکر کی موجودگی میں دوسار مسلسل سالانہ یمنارز میں عقیدہ ختم نبوت کے عقلی، فلسفیانہ، اور نفیاتی پہلوؤں پر بسیط مقابلے بھی پیش کیئے۔ اور علمی حلقوں سے بھر پورا دحسمیں حاصل کی۔

جناب علامہ شہباز صاحب عنقاں شباب میں ہی پورے ملک بشمبل آزاد کشمیر میں کئی علمی و فکری مجالس میں پیچھرے بھی دے چکے ہیں۔ اور پچھلے بارہ سال سے ضلع گجرات میں خطابت کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

تحریر کی دلربائیاں

جناب علامہ شہباز احمد چشتی نے بھیرہ شریف میں حصول تعلیم کے دوران ہی میدان تحریر میں قدم رکھ دیا۔ آغاز میں لالہ موئی سے شائع ہونے والے ہفت روزہ اخبار

فیکر میں مضمون نویسی کا سندھ شروع کیا۔ اور مجسمہ بثہ یہ میں منعقدہ مضمون نویسی اور مقالہ جاتی مقابلوں میں بھی پوزیشنیں حاصل ہیں۔ جن میں ”معراج اور جدید سائنس“ کے موضوع پر مقالہ جاتی مقابلے میں اول پوزیشن خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

جب اہل ادب اور صاحبان ذوق نے ان کی تحریروں کو پسند کیا تو انہوں نے ملکی سطح پر منعقدہ تحریری مقابلوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جن میں پنجاب کی سطح پر منعقد ہونے والے مقابلہ مضمون نویسی بعنوان ”ماحولیاتی آلو دگی اور ہمارا مستقبل“، میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ اس دوران بھیرہ شریف کے علمی، ادبی مجلہ ضیاءِ حرم میں بھی ان کے مضمون شائع ہوئے۔

بھیرہ شریف سے حصول تعلیم کے بعد جب اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں داخلہ لیا تو وہاں بھی ادبی ذوق اپنے رنگ دکھاتا رہا۔ موصوف نے قومی سطح کے اخبارات میں مضمون نویسی اور بعد ازاں کالم نویسی کا سلسلہ شروع کر دیا بطور خاص روزنامہ اساس راولپنڈی میں ”ضیاء، پاشیاں“ کے عنوان سے ان کا کالم مسلسل شائع ہوتا رہا۔ اور اس وقت ان کے ساتھ کے قریب علمی و فکری کالموں کا ایک مجموعہ ”پاکستان دہلیز اقلاب پر“ کے نام سے ایک کتاب کی صورت میں ضیاء القرآن پبلیکیشنز لا ہور میسے چھپ چکا ہے۔

محترم علامہ صاحب جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو ان کی تحریریقمع سے ایسے پاک ہوتی ہے کہ لفظوں کے جمال میں خود پر دگی کا عالم ہوتا ہے۔ ان کے قلم کی نوک سے حرف جب صفحات پر بکھرتے ہیں تو ادب کا بہترین شاہکار بن جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں الفاظ کی سحر انگیزی پر مقصودیت کا نور عجوب رنگ دکھاتا ہے۔ وہ جب قلم اٹھاتے ہیں تو ایک طرف انسان ادب کی چاشنی سے لطف انداز ہوتا ہوتا ہے تو دوسری

طرف اپنی زندگی کی منزل کا تعین کر رہا ہوتا ہے۔ ان کی تہب "کامیب زندگی کا اسلامی تصور" میں سے ایک اقتباس پڑھیئے اور دیکھیئے! کہ ان کے قدم سے نہنے والا ہر لفظ اپنے اندر کتنا حسن سمونے ہوئے ہے۔ محترم چشتی صاحب لکھتے ہیں۔

"اگر زندگی کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کی خاطر کوشش ہو تو اس کی چمن میں بہاریں رقص کناں رہتی ہیں۔ سلگتے انگارے پھولوں کی تج معلوم ہوتے ہیں۔ غیروں کی گالیاں محبت کے سند یہ لگتی ہیں۔ ہر زخم ذوق سفر میں اضافہ کرتا ہے۔ راستوں کے کانے محبت کی بکھری ہوئی کلیاں دکھائی دیتے ہیں۔ رنجگے پر سکون غیند سے زیادہ لطف دیتے ہیں۔ بس صرف شعور مقصد پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ پھر دلوں سے لوٹا ہوا سکون بحال ہو جاتا ہے۔ فرحت و انبساط کے لمحے انسان کے ہمداہن ہوتے ہیں۔ پھر انسان دعا کرتا ہے کہ خدا کرے زندگی کی چھائیں کبھی نہ ڈھلیں۔ وقت کے دھاروں کی چادر مزید لمبی ہو جائے اور کبھی بھی نہ سمٹے۔ کیونکہ اس کا سمشنا خار فراق کو دعوت دیتا ہے۔ جوشب بھراں کا ہمچوں ہے۔ اس کے برعکس اگر زندگی سے مقصدیت کا نور چھن جائے تو پھر انسان "کالانعام بل حرم اضل،" کا مصدق اقٹھبرتا ہے۔"

جناب علامہ شہباز احمد چشتی کی حسین تحریری کا وشوں میں ایک خاص طور پر قبل ذکر کا وش یہ بھی ہے کہ وہ تحریک ضیاء الاسلام کے فکری ترجمان مجلہ ضیاء الاسلام کے چیف ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے مستقل اداریہ بھی لکھتے ہیں۔ جو پاکستان کے حالات و مسائل

کے صحیح فہم اور مشکلات کے حل کے آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے زوال کے اسباب اور کامیابیوں کے وسائل کا احاطہ کیتے ہوتا ہے۔

تصانیف

موصوف کے نوک قلم سے اس وقت تک درج ذیل کتب لکھی جا چکی ہیں۔

-1 دانائے راز ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ

-2 کامیاب زندگی کا اسلامی تصور

-3 تصوف روح اسلام

-4 پاکستان دہلیز انقلاب پر

-5 ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت

-6 پاکستان میں اسلامی نظام احصار

میں نے مندرجہ بالاسطور میں علمی، فکری، انقلابی اور تحریکی کی ثمرات کے حصول کیلئے اس نوجوان کے حالات زندگی قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جس کے دور طالب علمی کو ختم ہوئے ابھی دو ماہ بھی نہیں گزر۔ لیکن موصوف نے اپنی تعلیم متاثر کیئے بغیر تعلیمی زندگی ہی اتنی ہمہ جہت گزاری ہے کہ اس وقت ان کی زیر قیادت احیائے دین اور مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کیلئے سرگرم عمل تحریک، تحریک ضیاء الامام مضبوط اور ٹھوں بنیادوں پر کام کر رہی ہے۔

اس عظیم علمی، فکری، روحانی اور فلاحی تحریک کی بنیاد محترم جناب شہباز صاحب نے دوران طالب علمی ہی ۱۹۹۹ء میں رکھی۔ جس کی ملک کے چند ایک اضلاع میں شاخیں

قامم ہو چکی ہیں۔ اس وقت آپ کی قیادت میں درج ذیل شعبے بھر پور طریقے سے مصروف ہیں۔

1۔ ضیاء الاسلام ایجوکیشن سوسائٹی:

اس ونگ کے تحت اس وقت تک دو دیہاتوں میں ضیاء الاسلام ماڈل سکولز کا مرکز رہے ہیں۔ نیز تین اضلاع میں ضیاء الاسلام القرآن اکیڈمیز طلباء، وحفظ قرآن کی دولت مالا مال کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ تحریک کا یہ ونگ ملک بھر میں ضیاء الاسلام ماڈل سکولز اور ضیاء القرآن اکیڈمیز قائم کرنے کا خواہاں ہے۔

2۔ ضیاء الاسلام ویلفئیر سوسائٹی:

تحریک کا یہ ونگ عوامی فلاج و بہبود کے لئے مصروف کار ہے۔ اور اس وقت تک بعض جگہوں پر ضیاء الاسلام فری میڈیکل کیمپس بھی منعقد کر چکا ہے۔ تحریک کا یہ ونگ ملک بھر میں ضیاء الاسلام فری ڈپنسریز قائم کرنے کا عزم رکھتا ہے۔

3۔ ضیاء الاسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ:

تحریک کا یہ ونگ تصنیفی و تالیفی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ اس وقت تک اس ونگ کے تحت چار کتب چھپ چکی ہیں۔

4۔ مجلہ ضیاء الاسلام:

تحریک کا فلکی ترجمان مجلہ ضیاء الاسلام ایضاً منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اس وقت تک معمول کے سات شمارے اور ایک خصوصی شمارہ حضور ضیاء امت عالیہ کی شخصیت و تعلیمات پرمنی "ضیاء الامم رحمۃ اللہ علیہ نمبر" شائع ہوا۔ علمی و ادبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔

5۔ شعبہ دعوت و تبلیغ:

تحریک ضیاء الاسلام پاکستان کا یہ ونگ دیہاتی سطح سے۔ رملکی۔ تک دعوت

بیان دین میں مصروف کارہے۔ جس میں جائے، جلوس، اجتماعات اور کانفرنسر خاص طور پر
قابل ذکر ہیں۔ اس ونگ کے زیر انتظام اس وقت تک لالہ موسیٰ میں دو سال کل پاستان
مرزی میا امداد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کا کانفرنسر اور دوسرے کئی اصلاح میں عظیم الشان خیاء الاسلام
کانفرنسر منعقد ہو چکی ہیں۔ علاوه ازیں یہ ونگ ۲۷ ربیعہ ، ۱۵ شعبان اور ۲۷ رمضان
ام بارک جیسی رحمتوں بھری راتوں میں کانفرنسر اور شب بیداریوں کا اہتمام بھی کرتا ہے۔
تحریک خیاء الاسلام پاکستان کا شعبہ دعوت و تبلیغ پورے ملک کو اسلام کی خیاؤں
ت روشن و منور کرنے کا پختہ عزم رکھتا ہے۔

نوجوان مذہبی سکالر فوجناب علامہ شہباز احمد پشتی اپنی زندگی کے بارے میں یہی
کہتے ہیں کہ حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ اگر میں نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے دین کی خدمت
لئے کچھ کام ہے تو اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ یہ محضر اللہ پاک کی توفیق اور حضور
نبیت دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی نظر کرم کا صدقہ ہے۔

بارگاہ ربو بیت میں دعا ہے کہ پورا گار عالم اپنے محبوب نبی کریم رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے
اصحاؤہ والتسليم کے تصدق اور مرشدگرائی حضور سیدنے خیاء الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان نظر
موصوف کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے۔ اور انہیں محمدی نظام اور نلبہ امت مسلمہ کے لئے
بیش از بیش توفیقات ارزانی فرمائے۔

آمین، بجاه النبی ملکریم علیہ الصلوٰۃ والتسليم

محمد نور الحسن خیاء

فضل بھیرہ شریف

ایڈیٹر



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰہُمَّ اسْأَلُكُ الْجَنَاحَيْنِ

احساب کا لغوی معنی

احساب باب افعال سے ہے۔ اس کا مادہ حساب ہے۔ کتب لغت میں ”حسب تکب حبانا و حساباً“ کے معنی گناہ اور شمار کرنے کے آتے ہیں۔ اور اسی طرح ”حسب تکب محبتة و حبانا“ سے مراد خیال کرنا اور گمان کرنا بھی لیا جاتا ہے۔ نیز حسب میں کافی کامفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ یعنی وہ جو کفایت کرے۔ اور جس کے بعد کسی شے کی ضرورت نہ رہے اس کے علاوہ حساب کا معنی حساب کرنے والا بھی ہے۔ حساب کی جمع حبان ہے۔ جس کا معنی گنتی بھی ہے۔ اور حسیب نگرانی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ ۱۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے۔

”وَتَحْسِبُونَ بِالشَّرِّ وَلَا تَحْسِبُونَ بِالْخَيْر“
 یعنی شر (براہی) پر محاسبہ ہوگا اور خیر (نیکی) پر نہ ہوگا۔ اسی طرح ایک مقام پر سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”کل امری حسیب نفسہ“ ۲۔
 ہر شخص اپنے آپ کا خود محاسب ہے۔ یہ احادیث مذکورہ بالامعالیٰ کی تصدیق کرتی ہیں۔
 احساب کا ایک معنی اجر و ثواب کیلئے کوئی کام کرنے کے بھی ہیں۔ علامہ ابن منظور نلسان العرب میں اس معنی کی تائید میں اس حدیث نبوی سے استدلال کیا ہے۔
 ”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفرَانَهُ مَا تَقدِمْ
 مَنْ ذَنبَهُ“ ۳۔

ترجمہ: جس نے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیئے جانے ہیں۔

احساب کا اصلاحی مفہوم

فقہی کتب میں بالعموم "حسبة" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جبکہ اس فریضہ کو سرانجام دینے والے کو مختص کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض کتب میں "والی الحسبة" کی اصطلاح بھی استعمال ہوئی ہے۔ لیکن اصطلاح شریعت میں احساب کا معنی حنات (نیکیوں) کا فروع اور منکرات (برائیوں) کا سد باب لیا جاتا ہے۔ یعنی اسلامی شریعت میں امر بالمعروف اور نبی عن الممنکر کا نام احساب ہے۔ احساب کی باقاعدہ فقہی تعریف سے قبل امر و نبی کا اصل معنی و مفہوم جاننا اشد ضروری ہے۔

امر و نبی کی تعریف

جب ہم "امر بالمعروف اور نبی عن الممنکر" کی اصطلاح (Terminology) استعمال کرتے ہیں تو اس امر سے مراد کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔

"فَالاَمْرُ الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ بِهِ رَسُولُهُ هُوَ الْأَمْرُ
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَايَ الَّذِي بَعَثَهُ بِهِ هُوَ النَّهَايَ عَنِ
الْمُنْكَرِ"

ترجمہ: وہ امر جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے، وہ امر بالمعروف ہے۔ اور وہ نبی جس کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا ہے۔ وہ نبی عن الممنکر ہے۔

امر و نبی کا مفہوم واضح ہو جانے کے بعد معروف و منکر کی تعریفات جانے بغیر فلسفہ احساب کو سمجھنے میں پیچیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔ لہذا معروف و منکر کی تعریفات ملاحظہ

فرمائیں۔

معروف کی تعریف:

کتب لغت میں معروف کی تعریف اس طرح کی گئی ہے

"کل ما تعرفه النفس من الخير و يتشارىء و تطمئن

الىه" ۴

ترجمہ: ہر وہ اچھی چیز جس کو نفس جانتا ہے اور چاہتا بھی ہے اور اس سے مطمئن ہوتا ہے۔

نیز معروف کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے۔

"Signifying liberality or bounty' when it is with moderation or with a right or just aim, and sincere or honest advice or counsel or action, and good fellowship with one's family and with others mankind, and any action or deed of which the goodness is known by reason of by the law"

۵

ترجمہ: معروف دلالت کرتا ہے فراخ دلی یا فیاضی پر، اگر وہ اعتدال میں رہے یا وہ صحیح اور منصفانہ مقصد کی خاطر ہو نیز پر خلوص اور ایماندارانہ نصیحت برائے اور عمل پر، اپنے خاندان اور نوع انسانی میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک پر اور کام پر جس کی اچھائی دلیل یا قانون سے معلوم ہو۔

منکر کی تعریف:

"Contrary of maruf; any action disapproved or disallowed by sound intellects; or deemed or

declared the reby to be bad, evil, hateful, abominable, foul, unseemly, ugly or hideous; or pronounced to be so by the law because the mind deliberates respecting the regarding it as such" ۲

ترجمہ: معروف کی ضد ہر وہ فعل ہے جسے عقل سلیم ناپسند کرے یا جس کی اجازت نہ دے یا وہ فعل برا، خراب، قابل نفرت، مکروہ، فاسد، نامناسب، گند ایا وحشت ناک سمجھا جائے یا قانون اسے ایسا بتائے کیونکہ اس کے بارے میں انسانی دماغ نے یہی فیصلہ کیا ہے۔

معروف عدل جبکہ منکر ظلم ہے:

مفسرین کا قول ہے

"لَا مَعْرُوفٌ أَعْرَفُ مِنَ الْعَدْلِ وَلَا مُنْكَرٌ أَنْكَرُ مِنَ الظُّلْمِ" ۳

ترجمہ: "عدل سے بڑھ کر کوئی معروف نہیں ہے اور ظلم سے بڑھ کر کوئی منکر نہیں ہے"۔ جب ہم لفظ عدل کو معنی کے ترازو پر تو لتے ہیں تو عدل کا محض ایک لفظ ہی اسلام کی جملہ مبادیات و اساسیات اور تعلیمات کا احاطہ کیتے ہوتا ہے۔

احساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مجموعہ کا نام ہے:

احساب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مجموعہ کا نام ہے۔ عدل و اخلاق بھی اس میں شامل ہیں۔ غرض ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔ یعنی وہ تمام امور جن کا تعلق اخلاق و معاشرت، تہذیب و تمدن، صنعت و حرف، قانون و

وستورِ ثقافت و عدالت اور مذہب و سیاست سے ہے۔ ان میں احکام خداوندی اور تعلیمات محمد ﷺ کے مطابق عمل کرنا معروف کہلاتا ہے۔

معروف کے برعکس منکر کا اطلاق ہر اس طرزِ عمل اور زاویہ فکر پر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ناپسند فرمایا ہو۔ الغرض اسلامی نظام حیات کے ہر شعبے کو دجل و فریب، منافقت و ریا کاری، ذخیرہ اندوزی اور ظلم و زیادتی سے پاک کرنا نبھی عن المنکر کہلاتا ہے۔

احساب کی فقہی تعریف:

هو امر بالمعروف اذا ظهر تركه ونهى عن المنكر اذا ظهر فعله۔^۸

ترجمہ: کسی اچھائی کا ترک اور کسی برائی کا ارتکاب اگر کھلمنکر ہو تو اس کا سد باب احساب کہلاتا ہے۔

احساب کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے۔

The hisba Jurisdiction is based on the duty imposed on muslims by the Quran of injoining good and of forbidding evil actions.^۹

ترجمہ: حصہ وہ فرض ہے جو قرآن کی رو سے مسلمانوں پر عائد کیا گیا ہے۔ کہ وہ اچھے اعمال کریں اور بے اعمال سے اعراض برئیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا احساب کے بارے میں نقطہ نظر یہ ہے۔

”هی عبارۃ شاملۃ للامر بالمعروف والنهی

عن المنكر“^١

ترجمہ: حبہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے جامع عنوان کو شامل ہے۔

علامہ ابن حیدون نے لکھا ہے

”ہی وظیفۃ دینیۃ من باب الامر بالمعروف
والنھی عن المنکر“^۲

ترجمہ: احتساب امر بالمعروف و نھی عن المنکر سے متعلق خالصہ ایک دینی منصب ہے
اسی طرح ”لین ایڈورڈ ولیم“ فلسفہ احتساب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

(He reckoned upon a reward) he sought a
reward (from God in the world to come)
ویرزقہ من حیث لا یحتسب
in the Quran means (And
he will supply him with the means of
subsistence whence he does not accrue to his
mind, And in a صام رمضان ایماناً واحتساباً
trade who so fasteth during ramadan, believing
in God and his apostle and seeking a reward
from God.

تاہم احتساب کو ایک ادارہ کے طور پر متعارف کرواتے ہوئے شام کے کلیہ
الشريعة کے سابق سربراہ اور سابق وفاقی وزیر تعلیم آف شام پروفیسر محمد المبارک مرحوم نے
اپنی تالیف ”الدولۃ و نظام الحسبة عند ابن تیمیہ“ میں احتساب کی ادارتی تعریف
(Institutional Definition) اس طرح کی ہے ”ہی رقبۃ
اداریۃ تقوم بها الدولۃ عن طریق موظفین خاصین
على نشاط الافراد في مجال الاخلاق والدين“

وَالْأَقْتِنْدَرِي فِي الْمَجَازِ الْاجْتَمَاعِيِّ بِوْجَهِ عَامِ
 تَحْقِيقِ الْعُدْلِ وَوَفْقِ الْمِبَارِيِّ الْمُقْرَرَةِ فِي الشَّرْحِ الْأَسْلَامِيِّ وَالْأَعْرَافِ الْمَالُوْفَةِ فِي كُلِّ هَيَّةٍ وَزَمْنٍ”^{۱۲}
 ترجمہ ”یہ ایک ایسا نگران ادارہ ہے۔ جس کو حکومت قائم کرتی ہے اور خاص لوگ اس کو
 چلاتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخلاق، مذہب اور معاشیات کے دائرہ میں افراد کی
 سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے یعنی انکی عام اجتماعی سرگرمیوں کی غہداشت ہوتا کہ انصاف
 اور اعلیٰ اقدار کو عملًا بروئے کار لایا جاسکے اور اس معاملہ میں اسلامی شریعت اور مختلف
 زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے رانج ہیں انکی روشنی میں اہم کام کو سر
 انجام دیا جاسکے“

مذکورہ بالا تمام تعریفات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ احتساب نیکی و بھلائی کے فروع
 اور برائی و بے حیائی کے قلع قمع سے عبارت ہے۔

باب نمبر 2

اختیاب کی اقسام

اور

اس کا دائرہ کار

احساب کی اقسام:

بنیادی طور پر احساب کی دو اقسام ہیں۔

(۱) احساب عرفی

(۲) احساب شرعی

احساب عرفی کی تعریف:

مولانا سید متین ہاشمی صاحب لکھتے ہیں:

”صدر اول میں خلفاء اور حکام نفس نفس اس فریضے کو سر انجام دیتے تھے اور اس معاملے میں کسی کی مداخلت کو ایک لمحے کے لئے بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو گیا اور خلفاء کے لئے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ دور دراز علاقوں کے بنے والوں کی کڑی نگرانی کر سکیں تو باقاعدہ محکمہ احساب کی ضرورت پیش آئی۔ ابتداء میں نہ تو لفظ احساب استعمال ہوتا تھا اور نہ ہی محتسب۔ بلکہ بازار کے امور کی نگرانی کے لئے ایک شخص کو حکومت کی طرف سے مقرر کر دیا جاتا تھا۔ جسے صاحب السوق عامل السوق کہتے تھے۔ خلیفہ مامون کے زمانہ میں جبکہ اسلامی حکومت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا تو باقاعدہ محکمہ احساب کا قیام عمل میں آیا۔“

احساب شرعی کی تعریف:

مولانا متین ہاشمی اس کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

”احساب شرعی میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ یعنی مطلق امر بالمعروف اور نبی عن الممنکر کو کہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے بڑے واشگاف الفاظ میں راہنمائی فرمائی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ارشاد نبوی ہے۔

”اگر تم برائی نہیں روکو گے تو تم پر ایسا عذاب آئے گا کہ تمہاری دعائیں سنی جائے گی۔“

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم والدین میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ایک اثر نقل کیا ہے۔

”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ امر بالمعروف و نبی عن المنکر کرتے رہو۔ ورنہ اللہ تم پر ایسا ظالم باوشاہ مسلط کر دے گا جو تمہارے بڑوں کی عزت نہیں کرے گا اور تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا۔ تمہارے نیک لوگ اس کے لئے بد دعا کیں کریں گے لیکن ان کی بد دعا کیں قبول نہیں کی جائیں گی، تم مدد چاہو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ تم مغفرت طلب کرو گے لیکن تمہاری مغفرت نہیں ہوگی۔“

ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ احساب اسلام کی مبادیات میں سے ہے اور احساب کے بغیر ظلم کے پنجے معاشرے میں بتدریج گہرے ہوتے چلتے جاتے ہیں۔ لہذا ظلم و ستم عذوان کے پھلنے پھولنے سے قبل ہی اس کے انسداد کا حکم دے دیا۔

احساب کا دائرة کار:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احساب کون کرے؟ اور کس کا کرے؟ اگرچہ ہمارا موضوع توریاستی احساب ہے لیکن اپنے مفہوم کے اعتبار سے احساب کا دائرة بڑا وسیع ہے۔ اس کی وسعت کے بارے میں رسول ﷺ کا ایک ارشاد گرامی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔

”کلکم راع و کلکم مسؤول عن رعية“

ترجمہ: ”تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کے بارے

میں جواب دہ ہوگا۔“

اختساب کا یہ تصور زندگی کے ہر شعبہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ چاہے کوئی تاجر ہے یا حاکم خواہ کوئی والد ہے یا کوئی استاذ یعنی کوئی کسی منصب پر فائز ہے۔ وہ احتساب کے عمل سے باہر نہیں ہے حاکم رعایا کے حقوق کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔ تاجر اپنے عمل کر بارے میں جواب دہ ہوگا۔ والد اپنے کنبے کا سربراہ ہونے کے ناطے جواب دہ ہوگا۔ آیا اس نے اولاد کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کی؟ اسی طرح استاذ جو معاشرے کا باپ ہوتا ہے وہ بھی جواب دہ ہوگا، کہ اس نے کس طرح اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا؟ الغرض کارخانہ دار سے مزدور کے بارے میں، مالک سے مملوک کے بارے میں اور زمیندار سے مزارع کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ تو جہاں تک کسی کا دائرہ اختیار ہے وہاں تک ہی اس پر احتساب کا حکم لا گو ہوتا ہے اور وہ شخص اپنے فرض کے حوالے سے عند اللہ جواب دہ ہوگا۔

حکمران چونکہ پورے معاشرے اور ریاست کے نگہبان ہوتے ہیں لہذا اگر معاشرے میں نا انصافی ہوئی، عدل کے دامن کو داغدار کیا گیا اور ظلم کا مہیب سایہ عوام الناس کے سکون کو غارت کرنے لگا تو حکمران خدا کی عدالت عظمی کے کثہرے میں اس کے سامنے جواب دہ ہوگا۔ کیونکہ ظلم کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے:

”الظلم ظلمات يوم القيمة“

ترجمہ: ”ظلم قیامت کے دن اندر ہیر ابن کراۓ گا۔“

احتساب کی بنیاد اور نفاذ:

احتساب اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ سیرت نبوی ﷺ میں احتساب کی بنیاد آئیں اور قانون کی حکمرانی ہے۔ جس طرح عالم صغير یعنی انسان کے لئے کچھ

ضابطے، اصول اور قوانین ہیں، ان کی خلاف ورزی سے انسانی جسم کا نظام تباہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عالم کبیر یعنی کائنات بھی اگر قوانین کے مطابق بالخصوص اسلامی ریاست الہامی و شرعی ضوابط کے عین مطابق چلتی رہے تو اس کا نظام صلحیت کے نور سے منور رہتا ہے۔ جبکہ ان ضوابط کی خلاف ورزی سے اسلامی معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہمیں ان اصولوں اور کلیات کی اصل بنیاد ملتی ہے۔ جبکہ سیرت نبوی انہی قرآنی کلیات کو باقاعدہ آئین (Constitution) قانون (Law) اور نظام (System) کی صورت میں ڈھالتی نظر آتی ہے۔

احساب کا نفاذ، آئین اور قانون کے خلاف ورزی پر ہوتا ہے۔ قانون کی نظر میں شاہ گدا برابر ہوتے ہیں۔ جو بھی آئین اور قانون کی خلاف ورزی کرے خواہ امیر ہو یا فقیر، سیرت نبوی میں اس کا کڑا اور بے لگ احتساب ہوتا ہے۔ ایک اسلامی ریاست کا نظام مساوات پر مبنی ہوتا ہے اور وہاں عدل و انصاف کی حکمرانی ہوتی ہے۔ جہاں مساوات نہ ہو وہاں آمریت (Dictatorship) ہوتی ہے۔ اور آمریت، لا قانونیت، کو جنم دیتی ہے۔ مطلق العنایت میں کوئی شخص حکمران وقت سے سوال کرنے کی جرأت کر سکتا ہے، نہ ہی جواب حاصل کر سکتا ہے۔ جب کہ اسلام کے نظام احتساب میں ایک عورت بھی خلیفہ وقت کو کسی مسئلہ پر ٹوک سلتی ہے۔

باب نمبر 3

بعثت نبوی سے قبل

عرب میں

نظام عدل و احتساب

بعثت نبوی ﷺ سے قبل عرب میں نظام عدل و احتساب:

بعثت محمد ﷺ سے قبل جزیرہ عرب میں باقاعدہ (Regular) اور منظم (Organised) حکومت نہیں تھی۔ دور حاضر کے قبائلی نظام سے ملتا جلتا خاندانی نظام تھا۔ عموماً جھگڑوں کے فیصلے قبیلے کے سردار (Head of family) کیا کرتا تھا۔ اس طرح وہ اپنے سارے انتظامی امور علاقائی اور خاندانی رسم و رواج (Customs and usages) کے مطابق نمٹاتے تھے۔ سیرت نگاروں اور مورخین نے اس دور کے عدالتی نظام کو ”عہدیت“ کے نام سے بیان کیا ہے۔ جس سے مراد مختلف خانہ بدوش قبیلوں کا باہمی میل جوں اور اس کے نتائج تھا۔ اس طرح انصاف کے ماحول کے لئے ان کے ہاں تین طریقے رائج تھے۔

(۱)۔ پنج (۲)۔ کاہن (۳)۔ تحکیم۔

(۱)۔ پنج: جھگڑوں کے تصیفے کے لئے پنج مقرر تھے۔ فریقین اپنا مقدمہ لے کر ان کے پاس آتے اور ان کا موقف بننے کے بعد کسی ایک کے حق میں فیصلہ صادر کر دیتے اور پنج کا فیصلہ حصی سمجھا جاتا تھا۔

(۲)۔ کاہن: اس سے مراد غیب کے علم کا دعویٰ کرنے والے مذہبی لوگ تھے جن کے فیصلے خدائی یا الہامی (Revealed) سمجھے جاتے تھے۔ اور ان کے صادر شدہ فیصلے کو پنج نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(۳)۔ تحکیم: عرب کے بعض معتبر لوگ خاندانی و معاشرتی جھگڑوں میں ثالث کا کردار ادا کرتے تھے۔ فریقین کے بارے میں ثالث بے کے فیصلے کو فائنل سمجھا جاتا تھا۔ عالم عرب کا عدل و انصاف اور احتساب کا سارا نظام ان ہی تین طریقوں کے گرد گھومتا

تھا۔ مگر اعلان بعثت نبوی کے بعد زمانہ جاہلیت کے تمام رسوم و رواج کو منسوخ کر دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو ایک نئے نظام حیات سے متعارف کروایا۔ مسلمانوں کا تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت کفار و مشرکین سے الگ تھا۔ تاہم آپ نے زمانہ قبل از اسلام (Pre-Islamic Period) کے ان اصولوں کو بدستور قائم رکھنا جن سے شرک کی بونیں آتی تھیں۔ اور جو اسلام کی مبادیات سے متصادم نہیں تھے۔

اگرچہ مکہ مکرہ میں تیرہ سالہ نبوی جدوجہد زیادہ تر دعوت و تبلیغ کے ارد گرد گھومتی ہے اور اس وقت باقاعدہ حکومت و ریاست تشکیل نہ دی گئی تھی۔ لیکن ہجرت مدینہ کے فوراً بعد حضور اکرم ﷺ نے دعوت تبلیغ اور جہادی و انقلابی کاوشوں کے ساتھ ساتھ باقاعدہ ریاست مدینہ کی تشکیل کو اپنی اولین ترجیحات میں شامل رکھا۔ اسی وجہ سے آپ نے مدینہ طیبہ آتے ہی یہود سے ایک بیثاق (Pact) کیا۔ جس کی رو سے یہ طے پایا کہ اگر کوئی قبیلہ باہر سے حملہ کرے گا تو مسلمان اور یہود مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے۔ اس طرح یہ ایک قسم کا دفاعی معاهدہ (Defencive treaty) تھا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے جس دستور (Constitution) پر اسلامی ریاست کی تشکیل فرمائی۔ وہ باون دفعات پر مشتمل تھا۔ اور خوش قسمتی سے اس کا متن کا ایک ایک لفظ آج تک محفوظ ہے۔ اس میں آپ نے عدیل و احساب کے بارے میں باقاعدہ شقیں مقرر فرمائیں۔ جو انصاف کے فطرتی تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے اجتماعی مفادات کی ضمانت بھی مہیا کرتی ہیں۔

مغربی مفکر کا رسالت مآب ﷺ کے مقدار اعلیٰ اور قانون دان تسلیم کرنا
مغربی مفکر و سن آر کے (Wilson R.K) لکھتا ہے:

In islam the most conspicuous fact

about Muhammad (PBUH) is that he was not merely a divine prophet but also a temporal ruler who governed, punished and legislated. After the great flight an A.D. 622 to Madina, when Muhammad (PBUH) acquired Political power he was sovereign because of his prophetic office. The mosque was his council chamber and hall of audience, the friday sermon his opportunity for declarations of policy and when he uttered his most preaching injunctions he spoke as the very mouthpiece of the deity.

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کا نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ آپ محض پیغمبر ہی نہیں تھے بلکہ ایک ایسے حکمران تھے جو حکومت کی مندالنصاف پر تمکن ہوئے۔ لوگوں کو ان کے جرائم پر سزا میں دیں اور قانون سازی کی۔ ۶۲۲ء میں ہجرت مدینہ کے بعد جب آپ کو سیاسی قوت حاصل ہو گئی تو منصب رسالت کے ساتھ ساتھ مقتدار اعلیٰ بھی تھے۔ لیکن آپ کا مقتدار اعلیٰ ہونا منصب رسالت کے ساتھ مختص تھا۔ مسجد آپ کی سرگرمیوں کا محور اور عوامی اجتماع کا مرکز تھی۔ خطبہ، جمعہ آپ کی پالیسیوں کے اعلان کا ذریعہ ہوتا تھا۔ اور جب آپ کی زبان مبارک سے مختلف احکامات جاری ہوتے تو وہ بے مثل فہم و بصیرت کے آئینہ دار ہوتے تھے۔

خطبہ ججۃ الوداع انسانی حقوق کا عالمی چارٹر:

آپ نے ۱۰ ہجری ججۃ الوداع کے موقع پر انسانی حقوق کا عالمی منشور (International Charter of Human Rights) بنی نوع انسان کو عطا فرمایا۔ تو اس میں انسان کے تین بنیادی حقوق جان، مال اور آبرو کی حفاظت کو لازمی قرار دیا۔ اور اسکی قرضوں کے لوٹانے، امانتوں کی واپسی اور سود کی حرمت کا بطور خاص اعلان فرمایا۔ یہ سب چیزیں احتساب کے نظام کی اساس کا درجہ رکھتی ہیں۔ نیز آپ کا عطا کردہ یہ منشور انسانیت، ہی دراصل قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ورلڈ آرڈر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے لئے کسی ”نیو ورلڈ آرڈر“ کی اتباع و پابندی میرے نزدیک شرک کے مترادف ہوگی۔ کیونکہ مسلمانوں کے محبوب ﷺ نے اسی خطبہ ججۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا۔

”کل شی من اهر العجاهلیة تحت قد می“

یعنی میں آج سے زمانہ جاہلیت کے تمام قوانین، معاهدات اور رسوم و رواج کو اپنے قدموں کو نیچے ملتا ہوں اور قرآن و سنت پر مبنی الہامی خدائی قانون کی بالادستی کا اعلان کرتا ہوں۔

جب ریاست مدینہ کی حدود پھیلنے لگیں تو چھپور اکرم ﷺ نے محاصل کی وصولی، مقدمات کے فیصلوں اور اصلاح احوال کے لئے جن گورنر زر اور حکام کو مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ ان کا باقاعدہ احتساب فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ بازار تشریف لے گئے۔ ایک آدمی کو کوئی چیز تولتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ”ائتیزن وار جح“ (اچھی طرح اور جھکتا ہو اتو لو)

اس طرح اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے آپ ہی نے احتساب کا حقیقی نظام قائم فرمایا۔

بَابُ نُمْبَر٤

عہدِ نبوی میں

بے لارگ احتساب کی

عملی جعلکیاں

قرآن مجید میں احتساب کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے احتساب کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”لَكُنْ مِنْكُمْ أَمَةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَا مَرْوَنَ بِالْمَعْرُوفِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ ۚ

ترجمہ: اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہوئی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بے کاموں سے منع کرے۔ یہ لوگ نجات پانے والے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ احتساب فرض کفایہ ہے۔

اسلامی نظام احتساب کا مقصد ہی اسلامی اقتدار کا فروغ و قیام اور خلاف اسلام منکرات کو مٹا دینا ہے۔

بے لाग احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں:

سیرت طیبہ میں لوگوں کا احتساب بے لाग اور کڑا تو ہے لیکن ساتھ کھرا بھی ہے۔ جب ہم فلسفہ احتساب کے مفہوم کو حضور ﷺ کی چشمے کے پانی سے بھی نکھری ہوئی سیرت طیبہ کے پیمانے پر پر کھتے ہیں تو ہمیں گلشن سیرت محمدی ﷺ میں سے کچھ ایسی جانفراء کلیاں ملتی ہیں جو قولی احادیث سے مزین ہیں جبکہ بعض ایسے روح پرور واقعات بھی ہیں۔ جن میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ فلسفہ، قصاص کی عملی صورت پیش کرتی ہے۔ تو اس سے نہ صرف ذہن مطمئن ہوتے نظر آتے ہیں بلکہ اس کی دلکشی و

چاشنی مشام جاں کو بھی معطر و منور کرتی چلی جاتی ہے۔

عموماً جب ہم بڑے لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اگر چہ ان کے خوبصورت اور بسیط افکار و نظریات دلوں کو مسحور کر دیتے ہیں۔ لیکن جب انہی کی عملی زندگیوں میں ان کے افکار و نظریات کی جھلک ڈھونڈنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کی فکر و عمل کی ہم آہنگی تو کجا ان کے نظریات اور عملی زندگی میں اس قدر تضاد (Contrast) نظر آتا ہے کہ اس کی عفونتوں سے انسان کا دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ یعنی ایک طرف تو انسانیت کی فلاج و بقا کے لئے پیش کردہ خوبصورت فلسفے جگہ کر رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف خود ہی انہی کی اخلاق باختی اور سیاہ کاریوں نے ان کی اپنی زندگیوں میں گھپ اندر ہیرا برپا کیا ہوتا ہے۔

لیکن جب ہم اس کائناتی تاریخ (The history of universe)

میں حضرت محمد ﷺ کی مبارک زندگی کے شب و روز کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو آپ کے الہامی اقوال کا جمال تو عروج پر نظر آتا ہی ہے مگر عملی زندگی دیکھیں تو وہ شبنم کی طرح پاکیزہ اور پھولوں کی طرح مہکی ہوئی نظر آتی ہے۔

فلسفہ احساب پر روشی ڈالتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَبَرَّهُ مِنْ رَأْيِكُمْ
مُنْكِرًا فَلِيغِيرَهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يُسْطِعْ فِي لِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يُسْتَطِعْ فِي قَلْبِهِ
وَذَلِكَ أَضَعْفُ الْإِيمَانَ“ ۝

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی برائی دیکھتے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے اسے برائے اوڑا گرایا بھی نہ کر سکے تو پھر دل سے ضرور برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اسی طرح سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

”رأيت الناس يضربون على عهد رسول الله ﷺ اذا اشترو الطعام جز افا ان يبیعوه حتى يو وہ الی رحالهم“ س

ترجمہ: میں نے عہد نبوت میں دیکھا کہ اگر لوگ غلہ کے ڈھیر (بغیر وزن) خرید لیتے اور اسے اپنے ٹھکانوں پر لے جانے سے قبل فروخت کر دیتے تو ان کو سزادی جاتی۔

اس حدیث مبارکہ سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یہ استنباط کرتے ہیں کہ یہ روایت بازار والوں پر محتسب مقرر کرنے کی اصل ہے۔ اور اسی سے یہ استشهاد بھی کیا جاسکتا ہے۔ کہ اگر تاجر اپنے معاملات میں احکام شرعی کی خلاف ورزی کرے تو اسے سزادی جاسکتی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ولئے امر کو بیع فاسد کرنے والے شخص کو ضرب وغیرہ کی تعزیری سزادی نے کا اختیار حاصل ہے۔ میرے نزدیک اس حدیث میں ناپ تول میں کمی و بیشی پر تعزیری سزا کے حکم سے یہ بھی مترجح ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں محض احتساب نہیں بلکہ بے لاگ احتساب ہوتا تھا۔

عہد نبوی میں احتساب کا طریقہ کار:

نبی کریم ﷺ جنہوں نے نظام احتساب کو متعارف کروایا۔ آپ کے دور اقدس میں احتساب کا درج ذیل طریقہ راجح تھا۔

(۱) سزادوں میں قید کی سزادی نا آپ سے ثابت ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی

تھی کہ مجرم کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا جاتا تھا۔

(۲) نیکی کے فروع اور برائی کے سد باب کے لئے آپ خود بازاروں کا گشت فرماتے تھے۔ اور موقع محل کی مناسبت سے احکام صادر فرماتے تھے۔

(۳) نہ گھین جرائم کی صورت میں حدود کا اجراء بھی فرماتے تھے۔ اور سخت تعزیری سزا میں بھی دیتے اس مقصد کے لئے آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کر رکھا تھا۔ جنہیں یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ کسی کو محبوس کریں یا گرفتار کریں۔

(۴) بعض اوقات صحابہ کرام کسی ناپسندیدہ فعل پر مجرم کو پکڑتے اور بارگاہ نبوی میں پیش کر دیتے۔ آپ کیس سن کر جو مناسب ہوتا فیصلہ فرمادیتے۔

(۵) مجرموں کو سزادی نے کے لئے آپ نے حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت مقداد بن الاسود، محمد بن سلم، عاصم بن ثابت، ضحاک اور سفیان کلانی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مأمور کر رکھا تھا۔

(۶) اس دور میں نبی کریم ﷺ خود بھی اور بعد میں آپ کے پیرو کار بھی سرسری سماعت کے بعد فیصلہ فرمادیتے تھے۔ جبکہ قاضی مکمل عدالتی کا روایتی کے بعد فیصلہ کرتا تھا۔ یعنی پہلے مقدمہ درج ہوتا پھر مدعی علیہ کو طلب کیا جاتا۔ فریقین کے دلائل سننے کے بعد تسلی اور اطمینان سے فیصلہ کیا جاتا تھا۔

عہد رسالت مآب ﷺ میں نظام احتساب:

جب ہم عہد رسالت مآب ﷺ میں نظام احتساب کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو اگرچہ ”حسبہ یا احتساب“ کی باقاعدہ اصطلاحیں متعارف نہیں تھیں

لیکن وہ تمام امور بحسن و خوبی سر انجام دیئے جاتے جو کسی طرح ”حبه یا احتساب“ کے زمرے میں آتے ہیں۔ بلکہ نام کے بغیر احتساب کا پورا نظام چل رہا تھا۔ کیونکہ جب ریاست مدینہ کی حدود پھیلنے لگیں تو امر بالمعروف و نہی عن الممنکر کے لئے باقاعدہ افراد مقرر تھے۔ مثلاً عہد نبوی میں ہی اس فریضہ کے انجام دہی کے لئے مدینہ منورہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مکہ مکرمہ میں حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بطور محتسب مقرر کیا گیا۔

آج امت مسلمہ جس فکری الجھاؤ اور عملی زوال کا شکار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ہی اسلام کے عطا کردہ عالمگیر نظام حیات سے انحراف ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بندگی کے لئے سجدہ ریزیاں تو دہیز ربو بیت پر کرے لیکن اپنے معاملات اور دنیوی زندگی میں نکھار پیدا کرنے کے لئے ماو، لینن اور کارل مارکس کے فکری دروازوں پر دستک دیتا رہے۔ اسلام نے طبقاتی اور معاشرتی امتیازات کی ساری دیواریں منہدم کر کے مساوات کا وہ ارفع و اعلیٰ نظام قائم کیا ہے۔ کہ جہاں مجرم خواہ نسبی یا معاشرتی حوالے سے کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو قانون سے متنشق نہیں ہو سکتا بلکہ اگر ہم اسلامی قانون کا مادی اور اشتراکی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ کریں تو با اوقات انسان کے بنائے ہوئے عدالت محمدی ﷺ کے کٹھرے میں قانون عدل کو فاتح اور مجرم کو تختہ دار پر نکلتا ہوا دیکھتے ہیں۔

مغرب میں سربراہ مملکت کے احتساب کا تصور
اہل مغرب کا نظریہ یہ ہے کہ صدر مملکت یا سربراہ ریاست کے خلاف دعویٰ دائر نہیں
ہو سکتا اور نہ ہی اس کا احتساب کیا جا سکتا ہے۔
ڈی فلپس لکھتا ہے۔

"The Maxim" "The king can do no wrong" meant not only that the king could not be made liable by action but also that wrong could not be imputed to the king and therefore he could not be said to have authorised another to commit a wrong.

ترجمہ: یہ مقولہ کہ بادشاہ سے غلطی سرزد نہیں ہو سکتی۔ اپنے اندر اس مطلب کو سوئے ہوئے ہے کہ بادشاہ کیخلاف چارہ جوئی نہیں ہو سکتی۔ کوئی غلطی بادشاہ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح یہ بھی تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ دوسرے کو غلطی کرنے کی اجازت دے گا۔

تو یہ ہے سربراہ مملکت کے احتساب کے بارے میں اہل مغرب کا نظریہ کہ اس سے غلطی کے صدور کا امکان ہی نہیں۔ جبکہ اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ پیغمبر انقلاب حضرت محمد ﷺ نے نہ صرف یہ کہ نظریہ احتساب پیش فرمایا بلکہ اپنے پیش کردہ نظریہ احتساب کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ نتیجتاً آپ کے قبیلين خلفائے راشدین نے بھی اتباع نبوی میں نظام احتساب کی مضبوطی کیا تھی ساتھ خود کو احتساب کیلئے پیش کرنے کی زریں مثالیں قائم کیں جو قیامت تک آنے والے سربراہان مملکت کیلئے مثالی نمونہ ہیں۔

عہد نبوی میں بے لاگ احساب کی عملی جھلکیاں

حضرور اکرم ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جہاں قانون کسی کے اقتدارِ دولت یا حسب و نسب کے مفاخر کے ہاتھوں مات کھا گیا ہو بلکہ ہمیشہ مظلوم سرخ رو تو ظالم ناک رگڑتا نظر آتا ہے۔

عہد نبوی میں ایک مرتبہ خاندان مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسد چوری کا ارتکاب کرتی ہے۔ یہ خاندان چونکہ قریش میں بڑی عزت و وجہت کا حامل تھا۔ اس لئے لوگ چاہتے تھے کہ یہ عورت شرعی حد کے نفاذ سے محفوظ رہے کیونکہ اگر اس پر عملدرآمد ہو گیا تو اس خاندان کا وقار خاک میں مل جائے گا۔ چنانچہ اس خاندان کے چند سرکردہ لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ کے کسی قربی رشتہ دار یا عزیز کو بارگاہ نبوت میں سفارش کیلئے بھجتے ہیں۔ آخران لوگوں کی نگاہ انتخاب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو چنتا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ ان سے اس طرح پیار فرماتے تھے جس طرح کہ حسین بن میمن پر آپ کی شفقت و محبت کا بادل برستا تھا۔ حضرت اسامہ لوگوں کے اصرار پر اس کام کیلئے تیار ہو گئے جب انہوں نے رسول ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں اس عورت کی شرعی حد کی معافی کیلئے سفارش کی۔ تو آپ کا چہرہ انور غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپ فرمائے تھے۔

”اتشفع فی حد من. حد و دالله“

ترجمہ۔ کیا تو حد و داللہ کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا ہے۔

بنی اسرائیل اسی لئے تباہ ہو گئے کہ وہ غریبوں پر بلا تامل حد جاری کر دیتے تھے اور امراء سے درگزر کرتے۔

”وَالذِي نَفْسِي بِيَدِهِ نَوْ فَاطِمَةَ فَعَلَتْ ذِنْكَ
لَقَطَعَتْ يَدَهَا“ ۵

ترجمہ: قسم ہے اس رب ذوالجلال کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے (یہ تو فاطمہ بنت اسد ہے) اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ بھلاکڑے اور کھرے احتساب کی اس سے بھی بڑھ کر کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ کہ ایک طرف وہ ذات ہے جسکی زبان اقدس سے نکلنے والا لفظ اللہ کا قانون بن جاتا ہو اور جن کے رب کریم نے انہیں بے شمار اختیارات سے نواز رکھا ہو۔ مگر وہ ذات انصاف کے دامن کو استھصال کے ناپاک خون کے چھینٹوں سے بچانے کیلئے یہ فرمارہی ہو کہ بنو مخزوم کی خاندانی عزت و تکریم خاندان نبوت سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ تو قریشی خاندان کی ایک خاتون ہے۔ اگر میری لخت جگر بھی ایسے فعل کا ارتکاب کرتی تو میں نبتوں کا لحاظ کئے بغیر خدا تعالیٰ کے قانون کی بالادستی کیلئے اس کے ہاتھ کاٹنے کا اعلان فرمادیتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

کوئی مستشرق یا اعتراض کر سکتا ہے کہ نظری اعتبار سے تو یہ بات درست ہو سکتی ہے۔ مگر عملی طور پر کسی شخصیت کا خود کو یا اپنی لخت جگر کو کسی دردناک اذیت میں بمتلاکرنا بڑا تباخ اور صبر آزماء مرحلہ ہے۔

مگر سیرت محمد ﷺ میں ہمیں صرف نظریات کی سحر انگیزیاں ہی اپنا کمال دکھاتی نظر نہیں آتیں۔ بلکہ ایسے ایسے ایمان افروز واقعات بھی پڑھنے کو ملتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اغیار دنگ تو عشق محل پھل جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اپنے ہی پیش کردہ افکار

پر ممکن نہ تھا جانگل مرحلا ہوتا ہے۔ مُرَحْمَدُ عَبْرِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے اسلوب بیات میں وہ اثر افرینی اور دلوں کو مودہ لینے والی چاشنی نظر آتی ہے۔ جس نے عرب کے گنوار و اجد بدوں اور صاحب ثروت جا گیرداروں کے دلوں میں شگاف ڈال دیئے۔ اور وہ اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ واقعی اپنے کئے ہوئے پر عمل پیرا ہونے میں محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ (فداہ ابی وامی) کا کوئی ثانی نہیں۔

پیغمبر اسلام صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا خود کو قصاص کیلئے پیش کرنا

مکتبِ ربوبیت کی فیض یافتہ یہ ہستی فقط احتساب پر یا پھر دیتی، ہی نظر نہیں آتی۔ بلکہ خود کو عملی طور پر بھی پیش کرتی ہے۔ یقیناً انسانی تاریخ "خود پر دگی قصاص" کی ایسی مثال پیش کرنے سے عاجز ہوگی۔ چشمِ فلک نے وہ منظر بھی دیکھا تھا۔ کہ بدر کے مقام پر جنگ کے ریگزاروں میں عین اس وقت جب اسلام اور کفر کی پہلی نکر ہونے والی تھی۔ ادھر دشمن جنگ کیلئے تیار کھڑا ہے نگی تلواریں چمک رہی ہیں۔ ادھر رسول مقبول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اپنے غلاموں کی صفتیں سیدھی کر دوارے ہے ہیں۔ سواد بن غزیہ ایک خوش طبع اور خوش فہم صحابی تھے۔ وہ ذرا صرف سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے مہارک ہاتھوں میں چھڑی تھی۔ آپ ڈسپلن کے بڑے پابند تھے۔ آپ نے وہ چھڑی سواد کے پیٹ پر مار کر فرمایا "اس تو یا سو اذ" (اے سواد! صرف کے برابر کھڑے ہو) حضرت سواد کو موقع مل گیا۔ وہ عرض کنائے ہوئے۔ اے میرے آقے صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ آپ عدل و انصاف کا درس دینے اور دنیا میں مساوات کا نظام قائم کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ آپ نے مجھے چھڑی ماری ہے۔ لہذا "فاقتُنی" (مجھے اس چوت کا مدلہ لئے دیجئے) میدان جنگ میں اس قسم کا مطالبہ

فوجداری اصولوں کے خلاف تھے ہی لیکن اخلاق بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ادھر
دشمن آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہو۔ اور ادھر ایک سپاہی اپنے جرنیل سے قصاص کا
مطالبہ کر رہا ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حضرت سواد کی اس جمارت پر نہ
صرف متبحیر بلکہ اندر ہی اندر سے ناراض بھی ہوئے۔ مگر جلال نبوت کے سامنے لب نہ کھول
سکے۔ اور نہ سواد کے اس جذبہ شوق کے پیچھے اٹھکیلیاں کرتی اس موجِ محبت کو دیکھ سکے۔
جس نے اسے بے قرار کر رکھا تھا۔ یہاں دنیا کی کسی اور فوج کا سربراہ ہوتا تو ایسے سپاہی
کیلئے ”کورٹ مارشل“ کا حکم دیتا۔ مگر یہ تو کریم ذات تھی۔ آپ نے وہ چھڑی سواد کے
ہاتھ میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ”استقد“ (سواد آ وبدله لے لو) سواد بولے میرے
جسم پر خالی کپڑے تھے اور آپ نے زرد پہنی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ گواہ
ہیں کہ مصطفیٰ کریم ﷺ نے اپنی زرد کے بٹن کھول دیئے اور فرمایا سواد! آگے بڑھو اور بدلہ
لے لو۔ ادھر حضرت سواد رضی اللہ عنہ ”فاعتنفقہ فقبل بطنہ“ (لپک کر آگے
بڑھے۔ اپنے محبوب آق ﷺ کو گلے لگایا۔ اور آپ کے لطف مبارک کو چونے لگے۔ آپ
نے پوچھا، سواد! یہ کیا کر رہے ہو انہوں نے عرض کی۔ اے میرے ولربا آق ﷺ!
”حضر ماتری“ (یہ مرحلہ جنگ جود رپیش ہے وہ تو آپ ملاحظہ فرمائی رہے
ہیں) ”فاردت ان یکون آخر العهد بک ان یمس
جلدی جلدک“ میرے دل میں یہ تمبا چل بیٹھی کہ میدان جنگ میں
موت آنکھوں کے سامنے محوقص ہے تو موت کی ابدي اور پسکون آغوش میں جانے اور
شہادت کی شراب طہورا پینے سے پہلے کیوں نہ آپنے جسم کو اپنے من ٹھار آق ﷺ کے
عطر بیز جسم سے مس کرلوں۔ تاکہ جسم محمد ﷺ کے آنک انگ میں رچی بسی خوشبوؤں

سے میں بھی غنبر حاصل نہ سکوں اور یہ نہ آخوت کی تمام منازل تَم میرے لیئے فرحت و
انبساط کا سبب بنار ہے۔ ۲۷

یہ واقعہ ایک طرف ایک جاں شار اور باوفا غلام کی اپنے محبوب ﷺ سے بے
پناہ محبت و دار فنگی کا درس دیتا ہے۔ تو دوسری طرف نسل انسانیت کے پیشوائی خود کو قصاص
کیلئے پیش کرنے کی عملی مثال بھی فراہم کرتا ہے۔ یہ مثال تو آپ کی خود کو قصاص کیلئے پیش
کرنے سے متعلق تھی۔ مگر یہ طبیبہ میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ کسی قربی عزیز یا صاحبی
پر آپ بہت زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔ لیکن جب وہ کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو بارگاہ
نبوت کا قانون اسے قرابت داری یا ذاتی مراسم کی بنا پر معاف نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر بھی
شریعت کی حد اسی طرح لاگو کی جاتی ہے۔ جس طرح باقی لوگ قانون کے بے رحم شکنے میں
جکڑے جاتے ہیں۔

ایک پیارے غلام کے احتساب کی مثال

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک بہت
ہی پیارے صحابی حضرت خمار رضی اللہ عنہ تھے۔ صحابہ کرام کو بھی ان سے اس لیے محبت تھی
کہ وہ جب بھی بارگاہ نبوی میں آتے تو اپنی شگفتہ مزاجی کی بناء پر کوئی ایسی بات کرتے جس
سے اپنے محبوب آنکھ ﷺ کو خوش کرنا مقصود ہوتا۔ چنانچہ ان کے مزاج کی وجہ سے رسول
اللہ ﷺ نے تبسم فرماتے تو ایک دلواز مسکراہٹ آپ کے چہرہ اقدس پر پھیل جاتی۔ جس سے
جانشوار ان مصطفیٰ ﷺ کی طبیعتیں بھی کھل جاتی تھیں۔

ایک دفعہ اپنی فطرت طبعی سے مجبور ہو کر حضرت خمار رضی اللہ عنہ شراب پی بیٹھے۔
جب اس واقعہ کی خبر آپ ﷺ کی بارگاہ غظی میں پہنچی تو آپ نے ذاتی تعلقات کو باز نہ

طاقد رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”خمار“ کو کوڑے مارے جائیں۔ ان کے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مراسم بے لگ احتساب کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ چنانچہ حضرت خمار کو حضور ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام کے سامنے شرعی حد پر عمل کرتے ہوئے کوڑے مارے گئے۔ البتہ جب انہیں کوڑے مارے جا رہے تھے تو ایک صحابی نے انہیں برا بھلا کہا تو حضور اکرم ﷺ نے اس صحابی کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اسے ایمان کہو” ازہ يحبني“ ۔

ترجمہ: یہ (گنہگار ضرور ہے مگر) مجھ سے محبت کرتا ہے۔

سیرت نبوی میں بے لگ احتساب کا یہ پہلو زمین عدل میں وہ گل فشانیاں کرتا ہے کہ جس سے اقرباً پروردی کے درخت جڑ سے اکھڑتے اور احتساب کی روح پرور کو پلیں پھوٹتی ہیں اور عدل کی معطر کلیاں چھٹنی نظر آتی ہیں۔ اور ان سے آنے والے باد صبا کے جھونکے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ اے محمد عربی ﷺ کو اپنے ایمان کا مرکز و محور بنانے والو! اگر تمہیں کسی منصب پر فائز کر دیا جائے اور تمہارے سامنے بھی کوئی ایسا مقدمہ آئے جس میں ایک طرف دوستی و رشتہ داری کے جذبات ہوں تو دوسری طرف عدل و انصاف کی پامالی کا خوف تو خبردار! اپنے احساسات و جذبات کو دبائے رکھنا۔ لیکن انصاف کے تقاضوں کا خون نہ ہونے دینا۔ تب ہی جا کر روح محمدی ﷺ تم پر خوش ہوگی۔ کیونکہ دنیوی مراسم کی ڈوری کلنے کا نقصان اتنا زیادہ نہیں ہوگا۔ جتنا اس تعلق کے ثبوت جانے سے ہوگا۔ جونہ صرف دنیا میں ایمان کی مضبوطی اور قبر کے مراحل میں آسانی کا ذریعہ بنے گا۔ بلکہ روزِ محشر بھی اس تعلق مصطفوی ﷺ کی شخصی چھاؤں میں طہانیت و سکون نصیب ہوگا۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں اقتضب کی اہمیت تمنی زیادہ ہے۔ نیز اسلام فرد کی شخصی زندگی سے لیکر اجتماعی زندگی کے تقدیر سماوات کا داعی ہے۔



حکومتی تعلیمی ادارے

لارڈ شرمن

اور

لارڈ شرمن کالج

اسلام میں منصب کا مقصد

اسلام میں اختیار و اقتدار کے جملہ مناصب "معروف" کے حکم اور "منکر" کے انداد کیلئے ہیں۔

امام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔

"جَمِيعُ الْوَلَايَاتِ إِنَّمَا مَقْصُودُهَا إِلَّا هُرَبَالْمَعْرُوفِ
وَنَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ" ।

یعنی ہر منصب کا مقصد یہ ہے کہ اس سے اللہ کا دین غالب ہو اور منکرات مٹا دیجے جائیں۔ غرض اسلام کے نظام کا ہر شعبہ اسلامی تعلیمات کے فروع و قیام اور خلاف عدل و انصاف امور کے سد باب کیلئے ہوتا ہے۔

اسلام میں حکومتی اہلکار کی تعیناتی کی شرائط

حضرور اکرم ﷺ خوب بھی جن لوگوں کو کوئی ریاستی ذمہ داری سونپتے تو انہیں پند و نصائح سے نوازتے تھے کہ دینی فرائض میں نہ خود کوتا، ہی کام تکمیل ہونا اور نہ ہی کسی اور شخص کو اسلامی شعار کی پامالی کی اجازت دینا۔ تاہم آپ ﷺ کے بعد آپ کی فیض یافہ اور تیار کردہ ٹیم نے جب عنان حکومت سنہجاتی تو انہوں نے گورنر، وزراء، سفراء یا دیگر حکومتی اہلکاروں کی تعیناتی کیلئے باقاعدہ شرائط رکھی ہوئی تھیں۔ مثلاً دور خلافت راشدہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو عامل مقرر فرماتے تو انصار اور دوسرے لوگوں پر مشتمل ایک جماعت کو گواہ بنا کر اس شخص سے چار شرائط کی پابندی کا حلف لیتے تھے۔

- 1 وہ عمدہ خچر پر سوار نہیں ہوگا (اُنہم اس شرط کا دور حاضر پر انطباق کریں تو مراد یہ ہے کہ حکومتی کارندہ مرسڈز، پچارو، اور لگزری گاڑیوں پر سفر نہیں کرے گا)
- 2 باریک کپڑے نہیں پہنے گا (یعنی کوئی حکومی نمائندہ بہت قیمتی سوت نہیں پہن سکتا)
- 3 چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا (یعنی تیشات والے کھانے اس کیلئے منوع ہوں گے)
- 4 اپنے دروازے پر دربان نہیں رکھے گا (یعنی کوئی حکومتی اہل کار بیکورٹی گارڈ کی فوج ظفر موج رکھنے کا روادار نہیں) اس وقت خلیفہ وقت خود بھی باڑی گارڈ نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ عادل ہوتا تھا۔ اور عادل بجز خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ ان مذکورہ بالا شرائط کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی شخص کو حکومتی ذمہ داری دینے سے قبل اس کے ہاں مال کی تفصیلات معلوم کرتے اور انہیں تحریر فرماتے اور بعد ازاں وقایہ قباد مہ داری سے پہلے اور بعد کے مال کا حساب کرتے اگر اس کی مالی حالت پہلے کی نسبت بہتر ہوتی تو اس سے سرعام سوال کرتے کہ یہ مال کہاں سے آیا ہے؟ اگر اس نے وہ مال ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہوتا تو نہ صرف اس سے مال ضبط کر کے بیت المال میں جمع کرواتے بلکہ اس حکومتی کارندے کو سزا بھی دیتے تھے۔

محتسب کیلئے شرائط

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ محتسب کیلئے درج ذیل شرائط لازمی قرار دیتے ہیں۔

(۱) عاقل ہو

(۲) مؤمن ہو (غیر مسلم محتسب نہیں ہو سکتا)

(۳) عادل ہو اور رذائل سے پاک ہو

(۲) حکومت کی طرف سے ماذون ہو

(۵). احکام احتساب کو نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہو

”کوہن“ (C.Cohen) ایک مغربی مفکر اسلام میں محتسب کے ادارہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے ”شروع میں اس ادارے کو Head of the suq یعنی صاحب السوق یا مال السوق کہا جاتا تھا۔ کوہن اس ادارے کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نہ صرف نیکی اور اخلاق کے معاملات، تجارتی معاملات بلکہ مسلم عوام اور بالخصوص غیر مسلم خواتین کے ساتھ محتسب کارویہ بہت اچھا ہوتا تھا۔ یہ ادارہ عوام الناس کی عزت و ناموس، ال دجان کا صحیح محافظ تھا۔“

اس ادارے کی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی خود بازاروں میں تشریف لے جاتے تھے اور بد دیانت و ناتجربہ کار تاجروں کو کوڑے مارتے تھے۔ اس طرح ایک سربراہ مملکت خود ادارہ احتساب کی گرانی کرتا تھا۔ جس کا آج کل کی دنیا میں تصور بھی محال ہے۔ اس وجہ سے امام الماوردی فرماتے ہیں۔

”الحسابہ من قواعد الامور الدینیۃ“ ۵

ترجمہ: نظام حساب دینی امور کے قواعد میں سے ہے۔

محتسب کے فرائض

محتسب کی ذمہ داری ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کیلئے کمر بستہ رہے۔

حقوق اللہ

- 1 مقررہ وقت پر اذانیں دلوائے۔ اور باجماعت نمازیں قائم کروائے۔ اور نماز نہ پڑھنے والوں کو ضرب و جس کی سزا میں دے۔
- 2 بچ بولنے اور امانت کے ادا کرنے کا حکم دے اور منکرات یعنی جھوٹ اور خیانت سے منع کرے۔
- 3 لوگوں کو انفرادی نیکی کا حکم دے۔
- 4 رمضان المبارک کے تقدس کا خیال رکھے۔

حقوق العباد

- اولاً:** محتسب کا یہ فرض ہے کہ وہ سماجی و معاشرتی اور اخلاقی منکرات کا پتہ لگائے۔ اور ان کے مرتكب افراد کو تعزیری سزا میں دلوائے۔
- ثانیاً:** اشیاء میں ملاوٹ اور ناپ قول میں کمی کا سد باب کرے نیز ذخیرہ اندازوی اور بلیک مارکیٹنگ کا خاتمه کرے۔ اور اشیاء کی مناسب قیمتیوں کا تعین کرے۔
- ثالثاً:** ظالم سے مظلوم کو حق دلوائے۔
- رابع:** ڈاکٹروں کو سند کے بغیر پریکش کرنے والے طبی سخنوں کے بغیر ادویات فروخت کرنے سے روکے۔
- خامساً:** پارکوں، ریسٹورانوں اور تفریح گاہوں میں مردوزن کے اختلاط کو روکے۔

سادسا: کھانے پینے کی اشیاء کے معیار اور صفائی کا اہتمام کروائے۔

سابعا: مسافر گاڑیوں میں منظور شدہ تعداد سے زیادہ سواریاں بٹھانے سے روکے۔

ثامنا: فخش لٹریچر، اخلاق سوز قلموں اور حیا باختہ موسیقی ختم کرنے کیلئے اہتمام کرے۔

جانوروں کے بارے میں احتساب

حضرت اکرم ﷺ نے جس عالمی اسلامی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ اس میں افراد کی ایسی تربیت کی کہ ان کے حسن معاملہ، امور مملکت کی انجام دہی میں حسن انتظام اور بے مثال قیادت کے اثرات سے غمزدہ انسانیت کے آنکن میں امن و سکون اور راحت و آرام کی بہاریں آگئیں اور نہ صرف انسان بلکہ حیوان بھی ظلم و جبر کی چیزیں دستیوں سے محفوظ ہو گئے۔ خلفائے راشدین جانوروں کے بارے میں بھی لوگوں کا احتساب کرتے تھے۔

حضرت مسیب بن دارم رضی اللہ عنہ سے مردی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے۔

”رایت عمر بن الخطاب یضرب جمالاً وهو
يقول حملت حملک مالا يطيق“ ح

ترجمہ: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک شتر بان کو مارتے دیکھا۔ آپ اس سے کہہ رہے تھے کہ تو نے اپنے اونٹ پر اسکی قوت سے زیادہ بوجھ لا دیا ہے۔

دور حاضر کی خود کو مہذب کہنے والی ریاستیں بھی بے لائگ احتساب کی ایسی نادر مثال

پیش کرنے سے قادر ہوں گی۔ خلافتِ راشدہ کے درمیں نہ صرف انسانی حقوق بلکہ

حیوانی حقوق کو جسی تحریف فراہم کیا جاتا تھا۔ کیونکہ ان خلفاء کے سامنے اپنے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ کی مبارک زندگی کے شب و روز تابندہ مثالی نمونہ تھے اور انہوں نے وہ منظر بھی دیکھا تھا کہ جب نبی کریم ﷺ مالِ خیریت تقسیم فرمائے تھے۔ ایک شخص آیا اور آ کر آپ پر جھک گیا۔ آپ ﷺ نے کھجور کی (ہلکی) سی سوکھی شاخ سے اسے ضرب لگائی۔ جس سے اس کے منہ پر خراش آئی۔ اس کے منہ پر ہلکی سی خراش دیکھ کر مقتدائے انسانیت ہستی بے قرار ہو گئی۔ اور فرمائے گئے ”تکلیف ہوئی ہوگی۔ یہ پکڑ و شاخ اور مجھ سے قصاص لے لو۔“ اس باوفاق غلام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا ہے۔ ۵

آج اگر ہم چاہتے ہیں کہ ظلم و جبر کی سیاہ رات چھٹ جائے اور آفتابِ عدل پھر نور افشاںیاں کرنے لگے۔ استھان کی نجاست سے آلووہ ماحول مساوات کی خوشبوؤں سے مہک اٹھے اور ایک اسلامی معاشرہ میں فسق و فجور بے اطمینانی اور انارکی سی فضاظتم ہو جائے تو ہمیں سیرت طیبہ سے راہنمائی لے کر اپنے نظام ہائے مملکت کی نوک پلک سنوارنی ہو گی۔ کیونکہ دکھوں، مصیبتوں اور افراطی کاشکار نسل انسانیت محمد عربی ﷺ کی حیات طیبہ کو مشعل راہ بنایا کر، ہی امن و آشتی کے گلستانوں میں سکھ کا سانس لے سکتی ہے۔ کیونکہ خرد کی روشنی تھی، نہ جنوں کی آگی

تیری رہبری سے پہلے یہ جہاں جہاں نہیں تھا



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰہُمَّ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دور خلافت راشدہ میں نظام احتساب

خلافت راشدہ کا نظام منج نبوت کے عین مطابق تھا۔ خلفائے راشدین دراصل مدرسہ محمدی کے ہی پروردہ تھے۔ اس لیے ان کے فکر و عمل پر نبوی فلکر کی گہری چھاپ تھی۔ انہوں نے نہ صرف حضور اکرم ﷺ کی عالمگیر اور آفاقی فلک کو اپنایا۔ بلکہ حضور نبی مکرم ﷺ کے شب و روز سے واقف ہونے کی وجہ سے خصائص و شہادت نبوت کو بھی اپنا لیا تھا۔ لہذا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ نظام احتساب کے بارے میں آپ کی روشن ہدایات و تعلیمات کو حرز جان نہ بناتے۔ یہ امر طے شدہ ہے کہ خلفائے اربعہ نے احتساب کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ اصول و ضوابط کو مزید نظم و ضبط کی لڑی میں پروردیا

عہد صدیقی میں احتساب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیرت رسول ﷺ کے کامل متعین تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے لیئے خلیفۃ اللہ کی بجائے خلیفۃ الرسول ﷺ کا القب پسند فرمایا۔ آپ کے منصب خلافت پر متین ہونے کے بعد جزیرہ عرب میں ہر طرف سے بغاوتوں، شورشوں اور ہنگاموں کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ ایک طرف جھوٹی نبوت کے دعویداروں نے ختم نبوت ﷺ کے قصرہ فیع میں رخنه اندازی کی نہ موم کوشش کی تو دوسری طرف بعض قبائل نے اسلام کے اساسی رکن زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ اس طرح آپ کا اڑھائی سالہ مختصر دور خلافت بغاوتوں کو کچلنے کی نذر ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے نظام خلافت کو مستحکم کرنے میں کوئی دیققہ فروغ نہ اشتہرت۔ اور ساتھ ہی آپ نے عہد نبوی سے جاری کسی کام یا نظام میں تبدیلی کی ضرورت محسوس نہ فرمائی۔

حضرور اکرم ﷺ کے وصال مبارک تک جزیرہ العرب کی جغرافیائی حدود کو منقسم نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انتظامی سہولت کے خیال سے اسلامی ریاست کو مکہ مکرہ، مدینہ منورہ، طائف، صنعا، نجران، بحرین، حضرموت اور دومة الجندل کے مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ ان صوبوں میں آپ نے حضرور اکرم ﷺ کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ کبار صحابہ کرام کو حاکم مقرر فرمایا۔ عہد صدیقی میں ہر حاکم و گورنراپنی جگہ محتسب ہوتا تھا۔ تاہم اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نزاعات کی صورت میں مقدمات کے فیصلوں کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر فرمایا۔ لیکن اس دور میں روحانیت کا غلبہ تھا۔ تربیت نبوی کا فیضان تھا۔ لہذا بہت کم ایسا ہوتا کہ کوئی شخص کسی پر دست ظلم دراز کرتا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سال جیش زہنے کے باوجود کوئی مقدمہ نہ آیا۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس وقت اخلاق کا اعلیٰ حیار قائم تھا۔ حقوق و فرائض کی ادائیگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی تھی۔ اس کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے برملایہ اعلان کر رکھا تھا ”جو شخص ایسا حاکم مقرر کرے کہ وہ رعایا کے حقوق کی حافظت نہ کر سکے تو ایسے حاکم پر خدا کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈال دے گا۔ خواہ وہ فرائض و نوافل ادا کرتا ہو“ ।

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر چہ بڑے ریق القلب انسان تھے لیکن اس کے باوجود شرعی حدود کی پامالی پر غصب ناک ہو جاتے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ کچھ لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اب صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ حضور ﷺ کو وصال فرمائے جونکہ ابھی چند دن

گزرے ہیں لہذا ان کے ساتھ نرمی بر تی جائے۔ لیکن پیکر استقامت یہ ہستی فرمانے لگی۔

”وَاللَّهِ لَا قُتْلَنَ مِنْ فَرْقَ بَيْنِ الْضُّلُوةِ وَالْزَّكَاةِ“

ترجمہ: قسم ہے رب کریم کی، ابو بکر اس کے ساتھ جنگ کرے گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا۔

اس طرح آپ نے شریعت مصطفوی کے اصولوں پر ختنی سے خود بھی عمل کیا اور اپنی رعایا کے تمام افراد کو بھی کروایا۔ اس لحاظ سے آپ کا دور خلافت بعد میں آنے والوں کے لئے مثالی نمونہ ثابت ہوا۔

عہد فاروق میں احتساب:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے منصب خلافت سنبھالنے کے وقت ان دروں عرب تک کافی حد تک شورشیں ختم ہو چکی تھیں۔ لہذا آپ کے دور خلافت میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو اسلامی ریاست ایک طرف مکہ مدینہ شام، بصرہ، کوفہ، مصر اور فلسطین کے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی تو دوسری طرف مشرق میں خراسان، آذربایجان اور فارس کے تین صوبے اس ریاست کا حصہ تھے۔ طبری کے بیان کے مطابق ہر صوبہ میں حاکم اعلیٰ، میرنشی، دفتر فوج کا نشی، کلکڑ، افسر پولیس، خزانچی اور قاضی مقرر تھے۔ بعض حالات میں پہہ سالاری بھی الگ شعبہ ہوتا تھا۔ صوبوں سے نیچے اضلاع کی سطح تک اختیارات تقسیم کیے گئے۔ ہر ضلع میں کلکڑ، افسر خزانہ اور قاضی ہوتے تھے۔

احتساب کے نظام کو مظبوط کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ ظلم ہونے سے پہلے اسے روک دیا جائے۔ اس کے عملی اقدام کے طور پر

آپ نے دو کام کئے۔ ایک طرف حکام کی تنخوا ہوں میں اضافہ کیا۔ تو دوسری طرف انہیں سادہ طرز زندگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی، اور پابند بھی کیا۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک اہم اصول یہ تھا کہ ہر عامل کو تقری کے وقت ایک پروانہ عنایت فرماتے۔ جس میں اس کے اختیارات کی وضاحت ہوتی۔ عامل (گورنر) اپنے صوبے میں جاتا تو وہاں کی جامع مسجد میں یہ پروانہ اجتماع عام میں پڑھ کر سناتا۔ جس میں اس بات کی وضاحت ہوتی کہ عامل اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرے گا اور اگر کوئی عامل اپنے اختیارات سے بڑھ کر کوئی ایسا عمل کرتا جو شریعت کے اصولوں کے خلاف ہوتا یا جس میں لوگوں کی حقوق کی پامالی کا خوف ہوتا۔ تو آپ اسے سرعام سزا دیتے۔

مذینہ طبیبہ میں اگرچہ آپ خود محتسب کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ لیکن ”ابن عبد البر“ کے بیان کے مطابق انتظامی و خلافتی مصروفیات کی وجہ سے آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو نائب محتسب مقرر فرمایا۔

محتسب کا فرض:

- محتسب کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ اس بات کی نگرانی کرے کہ
 - (۱) دوکاندار ترازو میں عوام الناس کو دھوکہ نہ دیں۔
 - (۲) کوئی شخص سڑک پر مکان نہ بنائے۔
 - (۳) جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواری کے جانور رکھنے والوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

”الا اتقیتم الله في رکائبكم هذا الا علمتم ان لها عليكم“

حقاً إلا خليتم عنها فاكلت من نبت الأرض” ٢

ترجمہ: اپنی سواری کے جانوروں کے بارے میں تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے؟
کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم پران کا بھی حق ہے تو انہیں کھلا کیوں نہیں چھوڑ دیتے تاکہ
زمیں کا سبزہ وغیرہ کھالیا کریں۔

(۲) اعلانیہ شراب نہ مکنے دیا جائے۔

اس کے علاوہ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بازار کی نگرانی کے لئے حضرت عبد اللہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ المادری کا بیان ہے کہ آپ نے جا بجا محتسب مقرر فرمائے تو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ جن کی حیثیت عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسیلہ میں ان پکڑ جزل پولیس کی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اనے نہیں ”ادارہ نظر فی المظالم“ (اختساب بیورو) کا سربراہ بنادیا۔ اور ان کی جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان پکڑ جزل پولیس مقرر فرمایا۔ محکمہ پولیس کو اس دور میں ”احداث“ کہتے تھے۔ اور پولیس کے افران کو ”صاحب الاحداث“ کہتے تھے۔

مالي بد عنوانی کی سزا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے دور خلافت میں ایک شخص نے جعلی سرکاری مہر تیار کر کے ایک فرضی حکم نامہ لکھا اور بیت المال سے کچھ رقم خردبرد کی۔ اور مالی بدعنوائی کا مرتبہ ٹھہرا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا۔ جب وہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا اسے تین دن سو سو کوڑے روزانہ لگائے جائیں۔ چنانچہ اس سزا پر

عملدر آمد کیا گیا۔

سواد کے علاقے کا ایک شخص خفیہ طور پر شراب کی تجارت کرتا تھا۔ اس ناجائز دولت (Unlawful Sum) سے خوب مالدار ہو گیا۔ کسی طرح اس کی شراب فروختگی اور شرعی حدود کی پامالی کی اطلاع امیر المؤمنین کو پہنچ گئی۔ آپ نے حکام بالا کو ہدایات جاری فرمائیں کہ اس کو گرفتار کرو، اس کی ہر چیز توڑو، اس کے تمام مولیشی قبضہ میں لے لو، اور کوئی اسے پناہ نہ دے۔ اور ایک دوسرے واقعہ میں آپ نے ایک شخص کو شراب فروخت کرنے کی سزا یہ دی کہ اس کی دوکان جلا ڈالنے کا حکم دے دیا۔ ۳۵

اشعار میں نسوانی حسن کی ممانعت:

عبد فاروقی میں شعرو شاعری زوروں پر تھی۔ میلوں اور بازاروں میں شعراء اپنے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ جن میں شعراء نسوانی حسن کا خوب چہہ چا کرتے۔ عورتوں کی آنکھوں کو غزال (ہرنی) کی آنکھوں سے تشبیہ دیتے۔ اس کے علاوہ بعض ایسے اشعار بھی کہے جاتے جن میں شہوانی جذبات کو برائیجنتہ کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باوجود اس کے شعرو شاعری سے کافی لگاؤ رکھتے لیکن آپ نے اشعار میں خواتین کا نام لے کر تشبیہ نظمیں کہنے سے منع فرمادیا۔

فوجیوں کی چھٹیوں کے بارے میں حکم:

اک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو اپنے شوہر کے ہجر و فراق میں شعر گنگنا تے سناتو اس کے بعد تمام حکام بالا کو یہ شاہی

فرمان جاری کیا کہ کسی فوجی کو چار ماہ سے زیادہ عرصہ دار الحرب یا ڈیوٹی پر نہ رہنے دیا جائے۔

دور فاروقی میں بے لاگ احتساب کی سنہری مثالیں:

حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنی دس سالہ انقلابی و جہادی کاوشون کے نتیجے میں اس عظیم اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ جس کی سرحدیں دس لاکھ مربع میل تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ نے اس دوران اپنے صحابہ کرام کی علمی و فکری اور روحانی و اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی انہیں ایسی راہنمائی فراہم کر دی تھی کہ آپ کے دنیا سے پردہ فرماجانے کے بعد اسلامی تحریک کی انقلابی جدوجہد جاری رہی اور مغرب کے مشترقین یا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ محمد عربی ﷺ کی شروع کردہ اسلامی تحریک کو بھی نہیں گزرے تھے کہ نصف دنیا پر محمدی انقلاب کا حصہ ہا تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ غلاموں نے ایک مثالی اسلامی حکومت قائم کرنے کے علاوہ اس میں نظم و ضبط، عدل و انصاف، امن و آشتی اور احتساب کی ایسی ایسی سنہری مثالیں قائم کیں کہ آج بھی ان واقعات کو پڑھ کر ایمان کے گلشن میں عقیدت کی بہاریں آ جاتی ہیں۔ کہ وہ کیسے لوگ تھے کہ ایک تہائی دنیا پر ان کے اقتدار کا آفتاب دمک رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود خوفِ خدا اور آخرت کے تصور سے ہی وہ لرزائش تھے، عوام کی فلاج و بہبود کا جذبہ ان میں اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دن بھر میدان جنگ میں جہاد کرنے کے باوجود راتوں کو گشت کیا کرتے تھے کہ کہیں کسی پر ظلم تو نہیں ہو رہا، کوئی مریض علاج سے محروم ہونے کی وجہ سے سنک تو نہیں رہا۔ کسی شخص کے پوچھنے پر

کہ اے امیر المؤمنین آپ دن بھر بھی امور مملکت سرا نجام دیتے ہیں راتوں کو تو آرام کر لیا کریں۔ فرمائے گئے ”اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتاب بھوکا مر گیا تو قیامت کے دن عمر کو اپنے رب کے حضور حساب دینا پڑے گا۔ تو وہاں کیا جواب دوں گا؟“

تو گویا نا صرف لوگوں کا احتساب کرتے، بلکہ خود اپنا بھی احتساب کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے دور میں عوامِ الناس کو برآہ راست اپنی مشکلات کے ازالہ کے لئے خلیفہ وقت سے سوال کرنے کی عام اجازت تھی۔

امیر المؤمنین احتساب کی عوامی عدالت میں:

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خطبہ جمعۃ المبارک میں ارشاد فرمائی ہے تھے اس دور میں جمعۃ المبارک کا اجتماع پارلیمنٹ کا کام دیتا تھا۔ خلیفہ وقت کی سیرت اتنی شفاف تھی کہ دوبرا عظموں پر پھیلی اسلامی ریاست کا سر برآ ہونے کے باوجود چودہ چودہ پیونڈ لگے کپڑے پہننے تھے۔ یعنی ایک طرف اختیارات کی وسعت کا یہ عالم، کہ جزیرہ عرب سمیت ایران، شام، مصر، لیبیا، اور مراکش کے ساحلوں تک پھیلی ہوئی اعظم اسلامی ریاست کے سر برآ تو دوسری طرف کفایت شعاری اور تزکیہ نفس کا یہ عالم، کہ شاہی کھانے نہیں بلکہ سوکھی روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھاتے اور نہ صرف خود بلکہ اپنے سفراء کو بھی یہی کھانا کھلاتے تھے۔

اتنی اجلی شخصیت کے مالک حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ سے فارغ ہوئے تو مسجد کے ایک کونے سے آواز آئی۔ ”لا نسمع ولا نطیع“ (ہم نہ خطبہ جمعۃ المبارک سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لرز اٹھے۔ پوچھا کیا پات ہے؟ یہ حضرت سلمان فارسی تھے۔ انہوں نے کہا امیر

المومنین میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ گویا بھری پاریمنٹ میں یہ پوائنٹ آف آرڈر تھا۔ سارے مجمع نے اس بوڑھے کی طرف دیکھا۔ امیر المومنین نے اس بوڑھے کو نظر انداز کرنے کی بجائے انتہائی سنجیدگی سے فرمایا۔ باباجی! بولئے بات کیا ہے؟ بوڑھا جرأت کے ساتھ کھڑا ہوا اور ایسا سوال کر ڈالا جس نے مجمع عام پر سکتہ طاری کر دیا۔ یہ کوئی فقہی یا علمی سوال نہیں۔ بلکہ اس کا تعلق برادری راست امیر المومنین کی ذات سے تھا۔ بزرگ نے انتہائی پراعتماد طریقے سے پوچھا کہ امیر المومنین! یہ کرتے جو آپ نے پہنچا ہوا ہے، یہ کہاں سے آیا ہے؟ حالانکہ یہ میں سے جو مال غنیمت کی چادریں آئی تھیں وہ سب کو ایک ایک ملی۔ جن سے قمیض تو نہیں بن سکتی تھی۔ بزرگ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ اگر چہ بیت المال آپ کے ماتحت ہے۔ (دوسرے الفاظ میں یو کہہ لیجئے کہ بزرگ بنے کہا اگر چہ سٹیٹ بنک آپ کے ماتحت ہے اور صاف ظاہر ہے سٹیٹ بنک جس کے ماتحت ہو گا سارے کمرشل بنک بھی اسی کے ماتحت ہوں گے) لیکن ہم نے تو آپ کو بیت المال کا امین بنایا ہے۔ عوام کی اجازت کے بغیر آپ کو اس میں تصرف کا حق کس نے دیا ہے؟

امیر المومنین نے انتہائی خندہ پیشانی سے اس بوڑھے کا سوال سنا اور پیشانی پر کوئی شکن ڈالے بغیر فرمانے لگے۔ عبد اللہ کہاں ہے؟ مسجد کے دوسرے کونے سے عبد اللہ بن عمر اٹھے۔ عرض کی، جی ابا جان! امیر المومنین فرمانے لگے۔ امت کے اس بوڑھے کے سوال کا جواب دو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فرمانے لگے۔ لوگو! یہ میں سے جو چادریں آئی تھیں۔ ان میں سے باقی لوگوں کی طرح ایک چار دفعے اور ایک ابا جی کو بھی ملی۔ میرے والدگرامی اپنی چادر سے اپنی قمیض بنانا چاہتے تھے۔ لیکن کپڑا تھوڑا تھا۔ جس سے قمیض نہیں بن سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے

اپنی چادر بھی ان کی نذر کرتے ہوئے تقاضا کیا کہ آپ دونوں چادروں کو ملا کر تمیض بنالیں۔ اس طرح یہ کرتہ ان دو چادروں سے بنائے ہے۔ یہ تسلی بخش جواب سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ ”الآن نسمع و نطیع“ اب ہم خطبہ جمعہ سنیں گے بھی، اور اطاعت بھی کریں گے۔

تو یہ تھی بے لاگ احساب کی وہ مثال کہ اسلامی معاشرے میں ایک بزرگ بھی امیر المؤمنین پرسوال کرنے میں کسی قسم کی جھجھک محسوس کرتا تھا اور نہ ہی امیر المؤمنین اس کے جذبات کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ بلکہ وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف اس کا سوال سنتے ہیں بلکہ جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اس واقعے میں تو آپ بوڑھے کے سوال کا جواب اپنے بیٹے سے دلواتے ہیں مگر سیرت نبی کا یہ کامل قیعہ ہستی ہمیں احساب کی اس عدالت میں بھی سرخونظر آتی ہے۔ جس میں سوال کے علاوہ جواب کا تعلق بھی براہ راست آپ کی ذات سے ہے۔

اپنا فیصلہ واپس لے لیا:

ایک دفعہ آپ بحیثیت سربراہ مملکت عوام کی سہولت کے پیش نظر حق مهر کی رقم مختص کرنا چاہتے ہیں تو جس اجتماع میں آپ مخصوص حق مهر سے ایک پارلیمنٹرین خاتون اٹھ کر نکلے اغتراض (Point of Order) کی اجازت طلب کرتی ہے۔ اجازت ملنے پر کہتی ہے کہ ”۱۴ عمر رضی اللہ عنہ! جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حق مهر کی رقم مختص نہیں فرمائی بلکہ اسے فریقین کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے کہ اپنی مشاء سے جتنی رقم چاہیں، مقرر کر لیں (اگرچہ کم از کم حق مهر کی رقم حدیث نبوی سے ثابت ہے جبکہ زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں) تو آپ کو

یہ حق کس نے دیا کہ ایک شرعی حد کو مقید کر دیں۔ یہ سن کر عالم اسلام کے سب سے طاقتو ر خلیفہ برڑی و سعی المشربی سے فرمانے لگے

”قد اخطاء امراء و اصابت امراء“

ترجمہ: تحقیق ایک مرد غلطی کر گیا ہے اور ایک عورت حق پر ہے۔

یہ تھا مکتب محمدی ﷺ کا فیضان اور سیرت نبوی کا اثر، کہ آپ نے اپنی عزت نفس کو حکم الٰہی کی ضد اقتتال کے سامنے پچھ رکھتے ہوئے اپنا صادر شدہ فیصلہ واپس لے لیا۔ ان کے اس اخلاص ولٰہیت، دین کے ساتھ و فاداری اور قیامت کے دن اپنے رب کے حضور پیشگی کے تصور نے انہیں اس قابل بنادیا تھا کہ ان کے وجود کی برکت سے دو رہاضر کے تجیس ممالک پر پھیلی عظیم ریاست میں امن و آشتی، معاشی استحکام اور معاشرتی اعتدال کا یہ عالم تھا کہ سونے سے لدی ہوئی عورت بھی اگر رات کی تاریکی میں سفر کرتی تو اسے کسی راہزن کا خوف دامن گیر ہوتا اور نہ او باش اچکے کا، بلکہ وہ اپنا سیت کے ماحول میں سفر کرتی ہوئی اپنی منزل تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ پچ فرمایا تھا، رسول رحمۃ العالمین ﷺ نے

”الناس علی دین ملو کهم“

ترجمہ: لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

اگر حکمران عادل، نیک سیرت اور با غیرت ہے تو اس کی رعایا میں بھی وہی خوبیاں پائی جائیں گی۔

درہ فاروقی کا کمال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف خود کو اختاب کے لئے پیش کیا بلکہ بے لائق اختاب کا ایک پورا نظام قائم کیا۔ کہ جو شخص بھی حق تلفی کرتا یا غریب کا استھصال

کرتا دزہ فاروقی اس مغرور کی اکٹی گردن کو دہیز عدل پر جھکا دیتا۔

عہد فاروقی میں ہی ایک مرتبہ ضحاک بن خلیفہ ایک جھیل سے پانی نکال کر اپنی زمین کو سیراب کرنا چاہتے تھے۔ راستے میں محمد بن مسلمہ کی زمین پڑتی تھی۔ انہوں نے وہ پانی روک دیا کہ میں اسے اپنی زمین میں سے نہیں گزرنے دوں گا۔ ضحاک کو یہ بات بڑی شاق گزری۔ انہوں نے محمد بن مسلمہ کی شکایت امیر المؤمنین سے کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے تو پیار و محبت سے فرمائے گئے۔ محمد بن مسلمہ، دیکھواس میں تمہارا بھی بھلا ہے کہ تم بھی اس پانی سے مستفیض ہو سکو گے۔ لیکن محمد بن مسلمہ بدستور اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور کہنے لگے۔ کچھ بھی ہو جائے میں اپنی زمین سے یہ پانی کی نہر نہیں گزرنے دوں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ طیش میں آگئے اور غصب ناک لبھے میں فرمایا۔ دیکھو محمد بن مسلمہ! مجھے قسم ہے رب اکبر کی، ضحاک تمہاری زمین سے یہ پانی کی نہر ضرور نکالے گا۔ اگر چہ تمہارا پیٹ چیر کر ہی کیون نہ نکالنی پڑے۔ اس پر محمد بن مسلمہ خاموش ہو گئے۔ اور ضحاک بن خلیفہ نے اپنی کی زمین سے وہ نہر نکال لی۔ ۵

کھلی کچھری کا انعقاد:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو نظام حکومت قائم کیا۔ اس میں بھی اختاب کا آئینے کی طرح شفاف نظام قائم فرمایا۔ اگرچہ آپ دیکھ بھال کر کے اپنے عامل مقرر فرماتے تاہم پھر بھی اگر کسی کے بارے میں خلاف شرع کسی امر کا پتہ چلتا تو اسے فوراً اپنے پاس بلا کر دیا تو سزا دیتے یا اسے دیسے ہی معطل (Suspend) کر دیتے۔ اور اس کی جگہ کسی ایسے شخص کا انتخاب کرتے، جو

خیثت الہی اور عدل و انصاف میں زیادہ شہرت کا حامل ہوتا۔ اس کے علاوہ حج کے موقع پر جب اطراف و اکناف عالم سے فرزندان اسلام جو ق در جو ق فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے آتے تو امیر المؤمنین خود خطبہ حج ارشاد فرماتے۔ بعد ازاں وہاں کھلی کچھری کا انعقاد کرتے۔ چونکہ اس موقع پر تمام صوبوں کے گورنرز اور دیگر اہم حکومتی عہدہ دار بھی آتے تھے۔ لہذا امیر المؤمنین کی طرف سے لوگوں کو اس موقع پر گورنرز کے خلاف شکایات کی کھلی اجازت ہوتی تھی۔ آپ نہ صرف عوام الناس کی شکایات سنتے بلکہ اس موقع پر حکومتی عہدہ داروں کے خلاف جرم ثابت ہو جانے پر انہیں سزا بھی دیتے تھے۔ اس طرح پھیس لاکھ مرانع میں پر پھیلی عظیم ریاست کے سربراہ (Head of State) حضرت عمر رضی اللہ عنہ عوام کو انصاف کی فراہمی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

گورنر مصربیٹی سمیت عدالت فاروقی کے کٹھرے میں:

ایک دفعہ حج کے موقع پر آپ لوگوں کی شکایات سن رہے تھے۔ تمام لوگوں سے فرمانے لگے۔ اگر کسی کو اپنے گورنر سے کوئی شکایت ہو تو بلا تامل وہ پیش کر سکتا ہے۔ یہ سن کر مجمع عام سے ایک قبطی اٹھا اور عرض کرنے لگا امیر المؤمنین! میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ وہاں ایک دن گھوڑ سواری کا مقابلہ تھا جس میں مختلف گھوڑ سواروں کے علاوہ آپ کے مقرر کردہ مصر کے گورنر عمر وابن العاص کے صاحبزادے نے بھی حصہ لیا۔ حسن اتفاق سے میرا اور گورنر کے بیٹے کا مقابلہ تھا۔ میں پیشہ وار انہ مہارت کی بناء پر مقابلہ جیت گیا جس کی وجہ سے گورنر کے بیٹے کے دل میں میرے خلاف آتشِ انتقام بھڑک اٹھی چنانچہ اس نے مجھے کوڑے مارنے اور گورنر کو بکیا میں ایک غریب آدمی گورنر کے بیٹے سے کس طرح بدلتے سکتا تھا لہذا آپ کی خدمت عالیہ میں اس

توقع کے ساتھ اپنی درخواست لے کر آیا ہوں کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اس کی یہ درد بھری کہانی سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور کارنگ سرخ ہو گیا اور فرمانے لگے۔ عمرو بن العاص کدھر ہیں؟ وہ حاضر خدمت ہوئے۔ تو فرمایا تمہارا بیٹا کدھر ہے؟ جب انہوں نے اسے بھی پیش کیا تو امیر المؤمنین نے مجمع عام سے قبطی کو اپنے قریب بلا کر اس کے ہاتھ میں اپنا درہ تھما تے ہوئے ارشاد فرمایا، یہ پکڑو اور جتنے درے اس نے تجھے مارے ہیں تم بھی اسے مار کر بدله لے لو۔ اور جی بھر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لو۔ اور ہاں کچھ درے اس کے والد عمرو بن العاص کو بھی مارو جن کی وجہ سے ان کے بیٹے کو غریب پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت ہوئی۔ پھر آپ نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”مَنْذُ كُمْ تَعْبُدُ النَّاسُ الَّذِينَ وَلَدَتْهُمْ أَمْهَا تَهْمَمُ احْرَارٌ“

ترجمہ: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنار کھا ہے۔ حالانکہ ان کی ماوں نے انہیں آزاد جناتھا اگرچہ بعد میں عمرو بن العاص نے امیر المؤمنین کے سامنے وضاحت کی کہ مجھے اس زیادتی کا علم نہیں تھا۔ اور نہ ہی قبطی نے مجھ سے شکایت کی۔ تاہم اس قبطی نے دوسو درہم لے کر اپنا حق قصاص فروخت کر دیا۔ لیکن عمرو بن العاص نے امیر المؤمنین سے عرض کی کہ آپ کی یہ پالیسی عمل پر گراں گزرے گی۔ اور یہ ایک مستقل طریقہ بن جائے گا۔ جس کو بعد میں آنے والے بھی اختیار کریں گے تو آپ نے گورنر مصر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ایک شخص سے قصاص نہ لوں۔ حالانکہ میں نے خود رسول کریم ﷺ کو اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کرتے دیکھا ہے۔

قربان جائیں۔ عدالت فاروقی کی مساوات پر، کہ بے لائگ احتساب کی راہ میں نہ تو کسی کی دولت حائل ہو سکی اور نہ ہی عہدہ و اقتدار عدل کے دامن کوتار تار کر دکا۔

امیر المؤمنین کا خود احسانی کا عمل:

جب اسلامی سلطنت کی حدود جزیرہ عرب سے نکل کر روم و ایران کی سرحدوں کو چھوڑنے لگیں اور مشرق و مغرب پر اسلام کا آفتاب صوفشانیاں کرنے لگا تو پچاس کے قریب انصار و مہاجرین پر مشتمل وفد امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ عرض کرنے کے لئے باہمی مشاورت کرنے لگا کہ آپ کے پاس اب تو عرب و عجم کے قاصد آتے ہیں۔ وہ آپ کے بارہ بارہ پیوند لگی کملی کو دیکھ کر کیا خیال کرتے ہوں گے۔ لہذا آپ کو عمدہ کپڑے پہننے چاہئے اور اپنے دستر خوانوں کو وسیع کرنا چاہئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ امیر المؤمنین سے اس سلسلہ میں بات چیت کرنے کی جسارت کون کرے گا۔ کیونکہ جلال فاروقی رضی اللہ عنہ کے سامنے لب کشائی کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ آخر طے پایا کہ امیر المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھیجتے ہیں۔ کیونکہ ان کے کہنے پر آپ انکار نہیں فرماسکیں گے۔ اب صحابہ کرام کے وفد نے ان امداد المؤمنین سے عرض کرنے کے انہیں اس مقصد کے لئے تیار کر لیا۔ جب حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما نے امیر المؤمنین کو مذکورہ مشورہ دیا۔ تو اس بندہ خدا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا پیانہ جھلک پڑا۔ اور آپ اشکبار آنکھوں سے فرمانے لگے۔ اے میرے بھائی ابو بکر کی بیٹی عائشہ (رضی اللہ عنہا) اور میری بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) تم رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کو مجھ سے زیادہ چانتی ہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ آپ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہننے تھے۔ آپ کا اون کا جبہ ایسا تھا جس کے کھردے پن کی وجہ سے کبھی کبھی آپ کے مبارک جسم پر نشان پڑ جاتے تھے۔ نیز آپ نے نرم بستر پر آرام نہیں فرمایا۔

حالانکہ آپ سراپا رحمت تھے۔ کائنات کے خزانوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھوں میں تھیں۔ ذرہ ذرہ آپ کے تصرف میں تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے ہمیشہ بھوک، بیداری، رکوع و سبحان اور گزیہ وزاری میں رات دن گزندھے ہیں۔ اس لئے میری یہ بات کان کھول کر سن لو کہ عمر نہ تو اچھا کھانا کھائے گا اور نہ ہی عمدہ کپڑے پہنے گا۔

فلاحی اسلامی ریاست کا عملی نمونہ:

آپ راتوں کو مخلوق خدا کی تکالیف کے ازالے کے لئے گشت فرمایا کرتے تھے تو ایسے محسوس ہوتا تھا کہ یہ شخص رسول کریم ﷺ کی امت کا پھرے دار ہے۔ ایک رات گشت کے دوران ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس گھر کا دروازہ ٹکٹکھایا اور اجازت لے کر اندر تشریف لے گئے۔ اس بچے کی والدہ سے پوچھا۔ یہ بچہ کیوں رو رہا ہے؟ وہ عورت نہیں جانتی تھی کہ یہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ تاہم اس نے کہا کہ میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں جس وجہ سے یہ رو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ توابجھی کمن ہے۔ وہ عورت کہنے لگی دراصل میں نے نہ ہے کہ ہمارے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر اس بچے کا وظیفہ مقرر فرماتے ہیں جس کا دودھ چھوٹ جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر لرزائی ہے۔ اور صبح مسجد نبوی کے صحن میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ آج کے بعد ہر مسلمان بچہ پیدا ہوتے ہی وظیفے کا حقدار ہو گا۔

تو گویا اس بندہ خدا نے حقوق العباد کی ادائیگی میں حتی المقدور کوئی واقعہ فروگذاشت نہ کیا اور اسلامی ریاست کو فلاحی اسلامی ریاست بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دور حاضر میں مغربی ممالک بالخصوص سینکڑیوں ممالک جن میں ڈنمارک اور ناروے وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا ویلفیر سٹیٹ کا تصور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تصور

فلائی ریاست سے ہی اخذ کر دہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انٹیلی جنس سسٹم اور احتساب سیل:

احتساب سیل (Accountability Beaure) کو باقاعدہ نظام کی شکل آپ نے ہی عطا فرمائی۔ اور اس کے علاوہ ریاستی امور میں ”انٹیلی جنس“ کا مکملہ آپ نے اتنا فعال اور منظم کیا۔ اور اس خفیہ ایجنسی کے اہلکار اتنے متحرک ہوتے تھے کہ کیا مجال، کہیں کوئی خلاف شرع امر و قوع پذیر ہو اور اس کی خبر امیر المؤمنین تک نہ پہنچی ہو۔ آپ کے ”انٹیلی جنس سسٹم“ کی مضبوطی کی بنابر ہی موئخیں یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

”وَكَانَ عُمَرُ لَا يَخْفِي عَلَيْهِ شَيْءٌ“
یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی چیز پوشیدہ یا مخفی نہیں ہوتی تھی۔

باب نمبر 7

بے لاگ احتساب

عبد عثمانی و دور مرتضوی

میں

دور عثمانی رضی اللہ عنہ (۲۳ ہجری تا ۳۵ ہجری)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر متمكن ہوئے تو آپ کے دور فاروقی کا بطریق احسن چلتا ہوا نظام ملا۔ جس میں دو برا عظموں پر پھیلی ہوئی اسلامی ریاست میں معاشرتی امن و سکون بھی تھا اور معيشت بھی مضبوط تھی۔ دور فاروقی کا شروع کردہ فتوحات کا سلسلہ آپ کے دور خلافت میں مزید آگے بڑھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ طبعاً نرم دل آدمی تھے اس لئے آپ نظام احتساب میں وہ سختی اور عالمین کی گرفت تو مضبوط نہ رکھ سکے۔ جس کی جھلکیاں خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں نظر آتی ہیں تاہم اس کے باوجود آپ نے احتساب کے نظام کو مشتمل انداز میں آگے چلایا۔ اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں غفلت یا حقوق العباد کی ادائیگی میں تسہیل پر عام لوگوں کے ساتھ ساتھ گورنری کی بھی پکڑ فرماتے اور انہیں عبرتناک سزا میں دیتے تھے۔ اور کسی عامل کے خلاف جب کوئی شکایت ملتی تو فوراً اس کا ازالہ فرمادیتے یا پھر اس عامل کو ہی معطل فرمادیتے۔

مظلوم کی ذادری:

ایک مرتبہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود ارشاد فرمایا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض گورنر بے وجہ لوگوں پر زیادتی کرتے ہیں۔ اس لئے عام اعلان ہے کہ کسی شخص کو مجھ سے یا میرے مقرر کردہ گورنر سے شکایت ہو تو وہ حج کے موقع پر بیان کرے۔ میں اس کا ازالہ کر کے مظلوم کو حق دلاؤں گا۔"

گورنر کا مowaخذہ:

آپ سنت فاروقی پر عمل کرتے ہوئے حج کے موقع پر کھلی کچھری منعقد کرتے۔ لوگوں کی شکایات سنتے اور فوراً اعمال کا مواخذہ کرتے تھے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو کہ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک عمدہ ترکی گھوڑے پر سفر کر رہے تھے۔ چالیس نچران کا سامان لیے جا رہے تھے۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور سوال کیا۔ اے ابو موسیٰ! قول فعل میں اتنا تضاد؟ آپ ہمیں تو پیدل چلنے کا ثواب بیان کرتے ہیں اور خود عمدہ ترکی گھوڑے پر سواری کرتے ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری کو سن کر غصہ آگیا۔ انہوں نے باگ پکڑنے والے کو ایک کوڑا مارا۔ لوگ شکایت لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ آپ نے فوراً حضرت ابو موسیٰ اشعری کو معزول کر کے ان کی جگہ عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا والی بنادیا۔ ۲

دوعاملین کی بر طرفی:

اسی طرح ۳۰ ہجری میں آپ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی ولایت سے صرف اس لئے بر طرف کر دیا کہ ان کے خلاف شکایت ملی تھی کہ وہ شراب پیتے ہیں۔ ان کی جگہ سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی تقری عمل میں لائی گئی لیکن لوگوں نے ان کی بھی شکایات کیں۔ تو انہیں بھی سکدوش کر دیا گیا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دور عثمانی میں صرف اس لئے بیت المال کا قرض ادا نہیں کر سکتے تھے کہ وہ اخساب کی گرفت میں آئے۔ اور انہیں اپنے عہدے سے معدول ہونا پڑا۔ ۳

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مجموعی حوالے سے پر سکون

رہا۔ سوائے آپ کی خلافت کے آخری زمانہ میں، جب کہ مصر سے ایک فتنہ اٹھا اور ان لوگوں نے مدینہ پاک میں سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ اس کے نتیجے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ایک دن باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ آپ کا مسجد میں آنا جانا بند کر دیا۔ بلکہ یہاں تک کہ آپ کے گھر تک پانی کی فراہمی روک دی۔ پھر ایک دن اس وقت وہ باغی مکان کی دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے۔ جب حسین کریمین آپ کے گھر کا پہرہ دے رہے تھے۔ باغی جب مکان کے اندر داخل ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حملہ کرنے کے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کی اہلیہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں تو ان کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔

دور حیدر کرار رضی اللہ عنہ (۳۵ ہجری تا ۴۰ ہجری)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے جب عنان حکومت سنہجاتی تو اس وقت خلفاءٰ تلاش کی طرح داخلی سطح پر امن و سکون نہ تھا۔ کیونکہ دور عثمانی میں ہی اسلامی ریاست میں سازشوں اور فتنہ و فساد کے شعلے امن کی چادر کو تار تار کرنے لگے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے بالخصوص آخری حصہ میں جب فتنوں نے سراٹھایا اور باغیوں نے ریاستی امن و سکون کو غارت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور ان کے پے در پے خلفیشاروں کے نتیجے میں شہادت عثمان رضی اللہ عنہ بھی واقع ہوئی۔

اس طرح عہد مرتضوی میں حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو ایک طرف داخلی سازشوں کا سامنا تھا تو دوسری طرف خارجی سطح پر دشمنان اسلام کی چیرہ دستیوں کا

خطرہ۔ لیکن اس کے باوجود حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے نظام احتساب کے استحکام میں کوئی فروگذاشت نہ کی۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا خط علم سیاست کی بنیاد اور احتساب کا لائجہ عمل

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مصر کے گورنر مالک اشتر کے نام جو نامی گرامہ ارسال فرمایا، وہ نہایت قیمتی، قانونی، اور سیاسی دستاویز ہے۔ آپ نے کمال تدبیر سے، اختصار و بلا غت اور حکیمانہ انداز میں احتساب کا تصور اس وقت دیا جب ابھی علم سیاست مدون ہی ہوا تھا۔ آپ اس خط میں گورنر مصر کو لکھتے ہیں۔

”تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کو فیصلوں کی جانچ کرتے رہو کھلے دل سے انہیں معاوضہ دوتا کر کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انہیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے کی ہمت نہ ہو سکے۔ قاضیوں کو ہر قسم کے تصرف سے بالکل آزاد ہونا چاہئے۔ اس دربار میں پوری توجہ سے کام لینا کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ پڑ گیا تھا۔ جو اپنی خواہشوں پر چلتے اور دین کے نام پر دنیا کمایا کرتے تھے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ عمال حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہوگی۔ جسے مقرر کرنا امتحانا مقرر کرنا۔ اور رعایت سے یا صلاح مشورہ کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اچھے گھرانوں اور اسلام کے خدمت گذاروں میں تجربہ کار اور باحیا لوگوں کو ہی منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے

ہیں وہ اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں۔ طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انعام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ عہدے داروں کو بہت اچھی تխواہیں دینا، اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے۔ اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے، جوان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس پر بھی حکم عدوی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں، تو تمہارے پاس ان پر جلت ہو گئی مگر ضروری ہے کہ ان کے کاموں کی جانچ پڑتاں کرتے رہنا، نیک لوگوں کو مخبر بنا کر ان پر چھوڑ دینا۔ یہ اس لئے کہ جب ان کو معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہو رہی ہے تو وہ ایمانت داری اور رعایا سے مہربانی میں اور زیادہ چست ہو جائیں گے۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے۔ تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا، جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت رقم بھی الگوانا، خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور پوری طرح اسے رسوا کر ڈالنا۔ ۳

یہ خط واقعۃ علم سیاست کی اساس ہے۔ کیونکہ حکومتی کارندوں کی بد دیانتی کی بنیادی وجہ ہی یہ ہوتی ہے کہ انہیں مکمل سہولیات زندگی میر نہیں ہوتیں۔ چنانچہ وہ ناجائز (Unlawful) طریقے سے دولت کے حصول کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بلغ خط کسی بھی ریاست کے قانونی اور سیاسی ڈھانچے کے استحکام میں بڑی مددے سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گورنر کی شاہانہ زندگی پر اسے ڈانٹنا:
 حضرت المرتضی رضی اللہ عنہ خود خلیفہ ہی نہیں بلکہ محتسب اعلیٰ کی حیثیت سے بھی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ایک مرتبہ اصطخر کے والی منذر بن جارود کے متعلق آپ تک خبر پہنچی کہ وہ زیادہ تر وقت سیر و شکار میں گزارتے ہیں اور عوام کی فلاں و بہروں

پر بہت کم توجہ دیتے ہیں تو آپ نے انہیں طلب فرمایا اور فرائض پر غفلت برتنے کی وجہ سے معزول فرمادیا۔ اس کے علاوہ ایک عامل کو ڈانٹتے ہوئے خط بھی لکھا جس کے الفاظ یہ تھے:

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم طرح طرح کے کھانے کھاتے ہو۔ تمہارے دستر خوان پر مختلف الانواع کھانے اور مشروبات ہوتے ہیں۔ منبر پر تم صد یقین کا وعظ کرتے ہو اور حکومت میں تمہارا کردار اور طرح کا ہے۔ پس تمہیں وارنگ ہے کہ گناہوں سے توبہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح کرو۔ اور خدا کے حقوق ادا کرو۔“ ۵

دور مرتضوی رضی اللہ عنہ کے جھوں کی انصاف پروری اور دیانت داری:
 حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف کے دور میں، ہی آپ کا ایک یہودی کے ساتھ کسی معاملہ پر جھگڑا ہو گیا۔ آپ نے خلیفہ وقت کی حیثیت سے مقدمہ عدالت میں درج کر دیا۔ قاضی نے گواہ طلب کیے تو آپ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ اور ایک غلام کو بطور گواہ پیش کیا تو قاضی نے غلام اور بیٹے کی گواہی مسترد کر دی اور کہا کہ ان کی شہادت نہیں مانوں گا۔ کسی اور کو گواہ لاو۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بڑی حیرانگی ہوئی، آپ نے نجح سے مخاطب ہو کر فرمایا نبی کریم ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے تو کیا جنت کے سردار کی گواہی مسترد کی جاسکتی ہے۔ قاضی نے کہا اس وقت ہم زمین پر ہیں اور آپ جنت کا ذکر فرمار ہے ہیں بتائیے! کیا آپ کے پاس کوئی اور ولیل ہے؟ جب آپ نے نفی میں جواب دیا تو قاضی نے کیس خارج کر دیا۔

نجح کے اس فیصلے سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تو ناراض ہوئے اور نہ ہی اس قاضی کو معطل فرمایا۔ بلکہ خوشی کا اظہار فرمایا کہ ان کے دور کے نجح صاحبان بغیر

کسی حکومتی دباؤ کے خوش اسلوبی سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں عدالیہ کی آزادی کو خاص مقام حاصل ہے۔ اور خلفائے اربعہ کے ادوار میں عدالتیں عوام کی فوری اور سے انصاف کی فراہمی میں کوئی دقیقہ فروگزداشت نہیں چھوڑتی تھیں۔

نیز حضرت علی الرضا علیہ السلام کے دوران میں حضرت ابو ادریس الخوارزمی ولائیت مظالم یعنی ادارہ احتساب کے سربراہ تھے۔

بَابْ نُوبَرْ 8

ادارہ احتساب

تاریخ کے

آئندہ میں

ادارہ احتساب تاریخ کے آئینے میں:

ادارہ احتساب کے حوالے سے جب ہم اسلامی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ اگرچہ عہد رسالت مآب ﷺ میں احتساب کا باقاعدہ مکمل قائم نہیں تھا۔ تاہم وہ تمام امور جو اس ادارہ کے تحت آتے ہیں وہ سرانجام دیئے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے دور اقدس میں ولائیتِ مظالم کا محکمہ قائم کیا۔ یعنی ظلم کی روک تھام کا محکمہ۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان زمین کے سیراب ہونے کا جھگڑا آپ نے منصف کی حیثیت سے نمایا۔ بعد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قاضی ہی محتسب کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قاضی القضاۃ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے محتسب کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی یہ ادارہ قائم رہا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ابوذر لیں الخوارزمی رضی اللہ عنہ اس ادارہ کے سربراہ یتھے۔

بنو امية اور بنو عباس کے دور میں بھی احتساب کا ادارہ کسی نہ کسی شکل میں قائم رہا۔ اموری دور میں خلیفہ عبد الملک نے محتسب کے اور اے کو قائم رکھا۔ عباسی دور میں خلفاء نے فوجی عدالتیں قائم کیں۔ ان کا سربراہ صاحب المظالم ہوتا تھا۔ ایک بڑی عدالت ”دیوان النظر فی المظالم“ ”بھی قائم ہوئی۔ خلیفہ خود اس عدالت کے اجلاس کی صدارت کرتا تھا اور احتساب کا کام جاری رکھتا۔ فاطمی دور میں خلیفہ

المعز نے ایک ادارہ ”نااظر المظالم“ قائم کیا۔ ملٹری گورنر، وزیر، قاضی اور فقہاء اس ادارے کو چلاتے تھے اور فیصلے صادر کرتے تھے۔ سقوط بغداد اور ہلاکتی امت مسلمہ کے خلاف تباہی عالم اسلام کی بد نصیبی تھی۔ جس سے اسلام کے ہر ادارے کو زبردست نقصان پہنچا اور یہی صورت محتسب کے ادارے کی بھی تھی۔ خلیفہ مامون نے اس ادارے میں خاصی دلچسپی لی۔

بعد میں باقاعدہ طور پر سلطنت عثمانیہ کے دور میں اختساب کے بارے میں ضوابط تشکیل دیئے گئے۔ محتسب کا ادارہ سلطان بایزید کے دور حکومت (۸۸۶-۹۱۶) میں قائم رہا۔ سلطان سلیم اول، دوم، سوم، چہارم کے دور میں بھی یہ ادارہ بطریق احسن کام کرتا رہا۔ اور ۸۲۵ء تک قائم رہا۔ عباسی دور کے بعد ایران میں بھی یہ ادارہ قائم رہا۔ اس وقت اس کا نام ”محتسب الہماں“ تھا۔ حتیٰ کہ دیہاتوں میں بھی محتسب کام کرتے تھے۔ بعد میں رضا شاہ پهلوی نے محتسب کے ادارے کو آخر کار ختم کر دیا۔ اس کے علاوہ جن بادشاہوں کے ادارے میں یہ ادارہ قائم رہا اور مقبول رہا ان میں غیاث الدین بلبن (۳۳۶ سے لے کر ۳۸۶ تک) فیروز الدین تغلق (۴۵۷ سے ۴۹۰ ہجری تک) سکندر لودھی (۸۹۳ سے لے کر ۹۲۳ تک) اور اورنگ زیب کے دور میں بھی مقبول رہا۔ بعد میں محمود غزنوی نے اس ادارے میں خاصی دلچسپی کا منظاہرہ کیا۔ بعد میں مغل حکمرانوں نے اختساب کے محکمہ کو حکمہ کوتوال میں بدل دیا۔ تاہم اختساب کا محکمہ اس لحاظ سے کافی اہمیت کا حامل رہا۔ کہ شراب نوشی، افیون اور دیگر منشیات کے استعمال کرنے والوں کو بھی سزا میں دی جاتی تھیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ”الحسبة فی الاسلام“ میں اس کی تفصیلات بیان کی ہیں وہ لکھتے ہیں۔ ”اسلامی ریاست کا واحد مقصد یہی ہے کہ شریعت کا نفاذ ہو اور جس نظام کو حضور اکرم ﷺ اور مولیٰ نے جہاد کر کے قائم کیا تھا وہ قائم ہو۔ لہذا

اس حوالے سے یہ ادارہ کافی مقبول رہا۔ ۱

مغرب میں مختصہ کے ادارہ کی تاریخ:

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی لکھتے ہیں، مغرب میں مختصہ کے ادارے کا نام امبد سکین (Ombudsman) ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ ادارہ پہلی بات سویڈن میں اٹھا رہو یہ صدی میں بن۔

برین چیمپین اپنے مضمون (The Ombudsman) میں لکھتا

ہے۔

The swedish ombudsman for civil affairs dates back to the 18th century.

یعنی سویڈن میں امبد سکین کا ادارہ اٹھا رہو یہ صدی میں قائم ہوا۔ اس ادارے کا مقصد یہ تھا کہ بادشاہ کی طرف سے سرکاری مکملوں کا احتساب کیا جائے۔ چیمپین کا کہنا ہے کہ سویڈن کی پارلیمنٹ نے ۱۷۱۳ء میں ایک ادارہ (Ombudsmannen Hogsteo) کے نام سے شروع کیا جس ادارے کا مقصد یہ تھا کہ آئین کی حفاظت کی جائے۔ نیز یہ دیکھا جائے کہ سرکاری ملازمین اپنے فرائض کس قدر ذمہ داری سے سرانجام دیتے ہیں۔ ۱۷۱۹ء میں اس کے نام میں تبدیلی کر دی گئی۔ اور یہ نام (Justitiekasler) رکھا بعد میں لوکل پولیس مختصہ بھی بن۔ جس کو (Fiskalerna) کا نام دیا گیا۔ تا ہم موجودہ (Ombudsman) ۱۸۰۹ء کے آئین کے تحت سویڈن میں بن۔ ۲

اہل مغرب کا غلط دعویٰ:

ڈاکٹر نیازی بزید لکھتے ہیں پروفیسر ویڈ (Wade) اور پروفیسر فلپس (Nizam-Saiyid Ya'ar Raziya) کے مطابق سویڈن میں پہلی مرتبہ ۱۸۰۹ء میں مختص کا ادارہ قائم ہوا۔ جسے

Parlementry agent for justice

کہا جاتا ہے۔ اس کا اصل نام

Rikadagens Justitieomeudsman

ہے علاوہ ازیں دنیا کے سانچھے ممالک میں مختص کا ادارہ قائم ہے۔ برطانیہ میں پہلی (العہ مختص کا ادارہ) ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا ہے۔ اسے

Parliamentary Commissioner Administration

کہا جاتا ہے۔ نیوزی لینڈ میں مختص کو گورنر جزل مقرر کرتا ہے۔ انڈیا، مالیشیا، تزانیہ، جمیکا اور سیلوون جیسے ممالک میں بھی یہ ادارہ قائم ہے۔ اسرائیل میں پہلی دفعہ 1996ء میں یہ ادارہ قائم ہوا۔ بیشوف امریکہ، ڈنمارک، فن لینڈ اور ناروے میں یہ ادارہ کافی موثر ہے۔ مغربی ممالک میں پولیس کا مختص (Police Ombudsman) (Judiciary Omdudsman) عدیلیہ کا مختص (Ombudsman) اور اخبارات کا مختص (Newspapers Ombudsman) جیسے ادارے بھی ملتے ہیں۔

اگر ہم تاریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کریں تو اہل مغرب کا یہ دعویٰ غلط اور بے بنیاد نظر آتا ہے۔ کہ تاریخ عالم میں پہلی دفعہ ۱۸۰۹ء میں سویڈن میں احتساب کا ادارہ قائم ہوا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ نے ”ولایت

منظالم“ کے نام سے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ اور بعد میں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے ادارے میں اس کو باقاعدہ ادارتی شکل (Institutional Shape) عطا فرمائی۔

غیر مسلم مستشرق کا اعتراف

شہرہ آفاق اور مشہور غیر مسلم متشرق جی۔ ای گرینم (G.E.Grunebaum) نے اپنی تصنیف میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اس کی کتاب کا نام Islam is nature and growth of cultural tradition. قائم ہوئیں۔ انہوں وہ (Courts of Perts) کہتا ہے۔ یعنی ایسی عدالتیں جہاں عوام کے علاوہ حاکم کا بھی احتساب کیا جاتا تھا۔ ۳

باب نمبر ۹

پاکستان میں

احتسابی ادارے

اور ان کا کردار

پاکستان میں عملی احتساب:

پاکستان میں احتساب کا باقاعدہ ادارہ 24 جنوری 1983ء کے صدارتی فرمان نمبر 1 کے تحت قائم کیا گیا۔ اس کی دفعہ 14 کے تحت دفاعی محتسب کو وہی اختیارات حاصل ہیں جو مجموعہ دیوانی ایکٹ نمبر 5 مجریہ 1908 کے تحت کسی بھی دیوانی عدالت کو حاصل ہیں۔

پاکستان میں اگرچہ احتساب کے حوالے سے مختلف ٹیکمیں اور کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ تاہم وہ احتساب کی نہ تو ضرورت پوری کر رہی ہیں اور نہ ہی تقاضے۔ یہ تمام کمیٹیاں کڑا اور کھرا احتساب کرنے عملاً محروم ہیں۔ اب ان ٹیکمیں اور کمیٹیوں کا سرسری ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا وجود تو ہے اور جزوی طور پر وہ احتساب کرتی بھی ہیں۔ لیکن جس مقصد کی خاطر ان کا قیام عمل میں لا یا گیا۔ اسے پورا کرنے سے وہ قاصر ہیں۔

(۱) وفاقی محتسب کا ادارہ:

یہ ادارہ 1973ء میں معرض وجود میں آیا ہے اس کے قیام کے بعد تین سال کے عرصہ میں 23، 25 درخواستیں منظور ہوئیں۔ یہ ادارہ عدالتی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔ لیکن انتظامی زیادتیوں میں ضرور آثر انداز ہوتا ہے۔ جون 1987ء میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ ہر صوبے میں جو ڈیشنل محتسب بھی مقرر کیا جائے۔

(۲) وزیر اعظم کا معاونہ کمیشن:

یہ کمیشن انتظامی زیادتیوں کو روکنے اور سکینڈ لارڈ غیرہ کی تحقیقات کے بعد ان حل

کے لئے کوشش جاری رکھنے کے لئے قائم کیا گیا۔

(۳) فیڈرل انٹی کرپشن کمیٹی:

اس ادارے نے ماضی میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تاہم بڑی بڑی کار پوریشنوں کی دھاندیوں کو روکنے کے لئے اس مزید فعال بنانے کی ضرورت ہے۔

(۴) سپریم جوڈیشنل کوسل:

یہ ادارہ اعلیٰ سوں فوجی عدالتوں کے جوں کے احتساب کے لئے بنایا گیا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر عدالت کا نجح عوام الناس کو صاف سترے انصاف کی فراہمی میں لیت و لعل سے کام لے یا انصاف کا سوداگر بننے کی کوشش کرے تو اس کا احتساب کیا جاسکے۔ اگر چہ جزوی طور پر اس ادارے نہ کچھ کام کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہماری عدالتوں میں انصاف کی سر عام نیلامی ہوتی رہی ہے۔ لہذا اس ادارے کو جو ایک لحاظ سے از خود دائرہ احتساب کی ہی شکل ہے مزید منظم کرنے کی ضرورت ہے۔

(۵) پلک اکاؤنٹس کمیشن:

یہ کمیشن پارلیمنٹ کے اراکین پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس کا مقصد سرکاری مکموں میں حسابات کی جانچ پڑتاں کرنا ہوتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے خود اراکین پارلیمنٹ کی اکثریت کا دامن کرپشن کی لعنت سے آلودہ ہوتا ہے۔ لہذا وہ سرکاری مکموں میں بد عنوانی کے خاتمے کے لئے وہ کردار ادا نہیں کر سکتے جس کا تقاضا بے لائگ احتساب کرتا ہے۔

(۶) وزیر اعلیٰ معاہدینہ ٹیم:

پہلے اس گورنر زنسپکشن ٹیم کہا جاتا تھا۔ آج کل اس کا نام بدل کر وزیر اعلیٰ معاہدینہ کمیشن رکھا گیا ہے۔ اس کی ذمہ داروی مختلف مکھموں کا اختساب کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس کا حال بھی باقی اداروں کی طرح مایوس کن ہی ہے۔

(۷) سیاستدانوں کا اختساب:

سیاستدانوں کے اختساب کے لئے 1977ء کا قانون موجود ہے جس کے ذریعے پارلیمنٹ کے اراکین اور دوسرے منتخب عہدہ داروں کا اختساب ممکن ہوتا ہے۔

(۸) آڈیٹر جنرل:

مختلف سرکاری مکھموں میں مالی بدعنوایوں کو روکنے کے لئے آڈیٹر جنرل کا قیام عمل میں لا یا گیا۔ یہ ادارہ سرکاری مکھموں کے مالیات کے شعبوں کا آڈٹ کرتا ہے۔ اور کرپشن کی صورت میں سزادی بنے کا مجاز ہوتا ہے۔

(۹) سول سروٹس ایکٹ:

سرکاری ملازمین کو قابو رکھنے کے لئے یہ ایکٹ بنایا گیا۔ یعنی

Efficiency and discipline rules and civil servent act.

چند سال قبل 8 نومبر 1987ء کو پنجاب سول سروٹس ایکٹ کا دفعہ (2) میں ترمیم کی گئی ہے۔ جس کے مطابق اب غلط عناصر کو 10 سال کی ملازمت کرنے

کے بعد نوکری سے فارغ کیا جاسکتا ہے۔

(۱۰) انسداد رشوت ستانی قواعد:

Anti Corruption Establishment.

افرشاہی کی غلط کارستانيوں پر گرفت کے لئے یہ قواعد بنائے گئے تاکہ کسی افر کے بارے میں ثبوت مل جائیں کہ وہ راشی ہے اور وہ عوام الناس کے کام رشوت کے بغیر نہیں کر سکتا تو اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاسکے۔

(۱۱) سروسر ٹریبوون:

صوبائی اور مرکزی سطح پر سروسر ٹریبوون کا ادارہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ ادارہ سرکاری ملازمین کو انصاف فراہم کرتا ہے۔ اور ان کے خلاف بننے والے مقدمات سننے کا بھی اختیار رکھتا ہے۔

(۱۲) بھی سعیے میں احتساب:

پبلک سیکٹر میں کام کرنے والا تاجر، سرمایہ دار اور کارخانہ دار بھی قانون کی گرفت میں آتا ہے۔ یعنی اگر تاجر میں مانی قیمتیں مقرر کر لیں یا اگر سرمایہ دار اور کارخانہ دار مزدور کا استھان کرے تو اس کے خلاف قانون کو حرکت میں لانے کے لئے یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے۔

(۱۳) ضلع اور تحصیل سطح پر احتساب کا عمل:

ضلع اور تحصیل کی سطح پر ائمہ کمیٹیاں اور پرائی کنٹرول کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہائیکورٹ اور پٹواری سشم نے احتساب کرنے کی بجائے

استھصال کیا ہے۔ ان مکھموں نے عوام کو ریلیف دینے کی بجائے ان کی زندگیوں کو، ہی اجیرن بنارکھا ہے۔ اور اب یہ ملکے معاشرتی بد عنوانیوں کے اڈے بن چکے ہیں۔

(۱۴) فوج کی نگرانی:

فوج میں بد عنوانیوں کے خاتمے کے لئے ملٹری، پولیس، انسپلی جس، ایس۔

آئی۔ یو، اور ملٹری ایکٹ کا قیام عمل میں لا یا گیا ہے۔ جن کے ذریعے افواج پاکستان کی کارروائیوں کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے۔ اور بد عنوان عناصر کو ”کورٹ مارشل“، جیسی کڑی سزا میں دی جاتی ہیں۔

(۱۵) ایک آئی اے:

یہ ادارہ بھی کافی موثر ہے۔ اس کو زیادہ فعال اور منظم کرنے کی اشد ضرورت ہے مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اس ادارہ کے پاس ابھی ضرور دفاتر بھی نہیں ہیں تاہم اس کی کارکردگی کسی حد تک لمبینان بخش ہے لیکن اس میں بھی افراد کی عدم تربیت کی وجہ سے تشدد کا عضر غالب نظر آتا ہے۔ اس ادارہ کے ملازمین کو ضروری سہولتیں فراہم کرنے کے علاوہ ان کی تشویا ہیں بڑھانے کی اشد ضرورت ہے۔

بَابْ نُمْبَرْ 10

پاکستان میں

بے لاگ احتساب کا

لائحہ عمل

پاکستان میں بے لائگ احتساب کے لئے لائجے عمل:

وطن عزیز میں بے لائگ احتساب تو ایک طرف زہا صرف احتساب بھی بھی نہ ہو سکا۔ مذکورہ بالا ادارے جو احتساب کے لئے قائم کئے گئے ہیں ان کا وجود ملکی خزانے پر بوجھ کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ اگر ان کے ذریعے واقعی احتساب ہوتا، مظلوم کو انصاف ملتا، غریب کو ریلیف ملتا اور بعد عنوان عناصر کو قرار واقعی سزا ملتی، تو نصف سے زائد صدی گزر جانے کے باوجود پاکستان کی حالت یہ نہ ہوتی۔ کہ چند سال قبل بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں عالمی اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کریشن میں دوسرے نمبر پر آیا۔ یہاں ہمیشہ غریب ظلم کی چکلی کے دو پاؤں میں پستار ہا اور ظالم دندن تار ہا۔ لیکن قانون اسے اپنے پنجوں میں نہ جکڑ سکا۔ اگر ہم واقعی ہی احتساب کرنا چاہتے ہیں تو میرے نزدیک درج ذیل شعبوں میں اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ہم اکیسویں صدی میں پاکستان کو مضبوط نہیں بناسکتے۔

(1) احتساب کے مضبوط نظام کا قیام:

اسلام کے نظام احتساب کا بنیادی مقصد ایک ایسے معاشرے کا قیام عمل میں لانا ہے۔ جہاں عدل، مساوات، برابری، حریت فکر اور شخصی آزادی جیسی قنیدیں فروزان ہوں۔ کوئی شخص جو شرعی امداد کی خلاف ورزی کرے یا ریاستی امور میں بد دیانتی کامرنکب ہو۔ عہدہ و منصب اور معاشرتی سُئیش کا لحاظ رکھے بغیر اسے قانون کی گرفت میں لا یا جائے۔ اور جرم ثابت ہو جانے پر اس کے خلاف قانونی کارروائی اس طرح کی جائے کہ وہ باقی افراد کے لئے عبرت کا باعث بنے۔ اسلام کے نظام تعزیرات کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ افراد کی بے ہنگم اور بے لگام نفسانی خواہشات

کو اخلاق کا جامہ پہنایا جائے اور شرعی و اخلاقی یاریاًستی قواعد و ضوابط کی پامالی پر اسے ایسے سزادی جائے کہ اس سزا کو دیکھ کر باقی افراد عبرت حاصل کریں۔ لیکن بدقتی سے ان اصولوں کو مغرب نے اپنا لیا ہے اور آج ان کا ریاستی ڈھانچہ اتنا مضبوط ہے کہ اس پر شک کرنے کو جی چاہتا ہے چند ماہ قبل برطانوی پارلیمنٹ کے مسلمان رکن چودھری محمد سرور پاکستانی دورہ پر آئے تو صحافیوں کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران انہوں نے کہا کہ برطانیہ کے لوگ کرپشن میں ہم سے آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اگر انہیں موقع ملے تو شاید ان سے بڑی کرپٹ قوم کوئی نہ ہو۔ لیکن ان کی مجبوری یہ ہے کہ نظام اور ریاستی ادارے اتنے مضبوط ہیں، قانون اتنا قوی ہے عدالتیں انصاف کی فراہمی میں اس قدر فعال ہیں کہ اگر بڑے سے بڑا سرمایہ دار بلکہ وزیر اعظم ٹونی بلیر بھی کسی جرم کا ارتکاب کرے تو وہ قانون کے شکنجه سے بچ نہیں سکتا۔ بلکہ اسے بھی ایک عام مجرم کی طرح عدالت میں پیش ہو کر قانونی کارروائی کے عمل سے گزرنما پڑتا ہے۔ لہذا پاکستان میں احتساب کے لئے سب سے اہم یہ تجویز ہے کہ احتساب کا نظام اتنا مضبوط بنایا جائے کہ احتساب بے لگ اور کڑا ہونے کے ساتھ ساتھ کھرا بھی ہو۔

(2) ارائیں اسمبلی اور سیاستدانوں کا احتساب:

بلدیاتی اداروں سے لے کر صلحی پھر صوبائی و قومی سطح تک پہلے تو انتخابات کا نظام اتنا مضبوط و منظم ہو کہ کوئی جاہل، بدکردار، راشی اور کرپٹ نہ تو تحصیل و ضلع کی سطح پر اور نہ ہی صوبہ وفاق کی سطح پر اسمبلی کا ممبر منتخب ہو۔ بلکہ دیانت دار، اہل تعلیم یافتہ، اور باکردار لوگوں کو ہی ملکت دیئے جائیں۔ اور جب وہ منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچیں تو ان کے معاشرتی مقام، مالی حالت اور روابط وغیرہ کا ریکارڈ رکھا جائے اور افراد کی نمائندگی کے دوران اگر اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو۔ جو اسلام اور نظریہ پاکستان

کے بنیادی مقاصد سے متصادم ہو تو ابے نا اہل قرار دے کر سیاست سے ”کک آؤٹ“ کر دیا جائے۔

(3) آزاد عدالیہ:

ہمارے ہاں عدالیہ کی آزادی کا جو نام نہاد تصور پایا جاتا ہے۔ وہ مہذب ممالک کے نزدیک مضنکہ خیز تصور کیا جاتا ہے۔ شفاف انصاف کی فراہمی میں شمار عوامل رکاوٹ رہے ہیں۔ احتساب اگرچہ عدالیہ سے الگ شعبہ ہے۔ لیکن ہم احتساب کے ثمرات سے حقیقی طور پر اس وقت ہی مستفیض ہو سکتے ہیں جب عدالتیں بغیر کسی دباؤ کے فیصلے صادر کرتی ہوں۔ انصاف کی فوری فراہمی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جہوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ تاکہ سالہاں سال سے جہوں کی میزوں پر بھی ہوئی مقدمات کی فائلیں جلد نمائی جاسکیں۔

اسلام میں قاضی سسٹم کے ذریعے عدالتی نظام کو اس قدر تقویت دی گئی کہ ہر علاقے میں الگ الگ قاضی مقرر ہوتے ہیں۔ جو مسائل کی سماعت کے بعد ان کے فوری فیصلے فرماتے تھے۔ آج بھی دنیا کے مہذب ممالک میں ضلعوں اور صوبوں کی سطح پر عدالتیں زیادہ ہونے کی وجہ سے مسائل کے جلد تصفیہ کا موقع پاسانی مل جاتا ہے۔ چند دن قبل برطانیہ میں معین آزاد کشمیر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے محسٹریٹ ایک انٹرویو میں بتا رہے تھے۔ کہ برطانیہ میں 98 فیصد مسائل پنجی سطح پر قائم کی گئی عدالتوں میں ہی حل کر دیئے جاتے ہیں۔ صرف دو یا تین فیصد مسائل پر سپریم کورٹ میں آتے ہیں۔ جنہیں پھر پاسانی حل کر لیا جاتا ہے۔

اس عدالتی نظام کو کرپشن سے پاک کرنے کے لئے موجودہ ”سپریم جوڈیشیل کنسل“ کو مزید فعال بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ بد عنوان اور راشی

جوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاسکے۔

(4) لوپیں کے نظام میں اصلاح:

انتظامیہ کسی بھی ملک کے نظام میں اہم حیثیت کی حامل ہوتی ہے یہ وہ ریاستی ستون ہے جس پر ریاست کے مجموعی ڈھانچے کا انحصار ہوتا ہے۔ کیونکہ مجرم تک پہنچ سب سے پہلے اس ادارے کے اہلکاروں کی ہوتی ہے۔ ہماری پولیس رشوت اور کرپشن میں دنیا بھر میں بدنام ہے۔ اس میں سارا قصور پولیس کا بھی نہیں ہے بلکہ والوں کو سہولیات نہیں سی جاتیں اور نہ ہی ان کی تخفوا ہوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ نتیجتاً وہ بے چارے مجبوراً اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے حرام ذرائع استعمال کرتے ہیں۔

لہذا شرعی اخساب کے لئے ضروری ہے کہ پولیس کے نظام میں اصلاحات کی جائیں اور ان کی تخفوا ہوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ ان کے معیار زندگی میں بہتری کے لئے ان کو موزوں سہولیات بھیں پہنچائی جائیں۔ نیز پولیس میں تعلیم یافہ افراد بھرتی کئے جائیں۔ اور بعد ازاں مختلف تربیتی ریفریشر کورسز کے ذریعے ان کی نظریہ اسلام اور پاکستان سے وابستگی کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت کا اہتمام بھی کیا جائے۔

(5) بے لگام بیوو کریں کی اصلاح:

بد قسمتی سے اس طبقے نے پاکستان کو بڑی بے دردی سے جی بھر کر دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے۔ جس کا جتنا دائرہ اختیار تھا اس نے دوسروں میں سبقت لے جانے میں فخر محسوس کیا ہے۔ ہماری حکومتوں میں بگاڑ کا بنیادی سبب بھی یہی بیور و

کریں ہی رہی ہے۔ کرپشن میٹھے زہر کی طرح ان کے جسموں میں سراحت کر چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کئی آفیسر دیانتدار، محبت وطن اور حلال کا لقمہ کھانے والے ہیں۔ لیکن اکثریت ان راشی افروں کی ہے، جنہوں نے اقرباء پروری میں میراث کی تمام حدود کو پھلانگ دیا ہے۔ مہذب اور جمہوری ممالک میں بیوروکریسی کو عوام کا خادم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک کے بے لگام بیوروکریسی عوام سے زیادہ شاہوں کی وفاداری ہے۔

افرشاہی کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ
اولاً میرت کو سلیکشن کے لئے بنیاد بنیا جائے۔

ثانیاً کسی بیوروکریٹ کا کسی سیاسی جماعت سے عملًا کوئی رابطہ وغیرہ نہ ہو۔ نیز افروں کی تشوہوں میں اضافہ لیا جائے اور انہیں سہولتیں بھی مہیا کی جائیں تاکہ وہ ہوس زر سے محفوظ رہ کر خوش اسلوبی سے اپنا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

(6) اشیاء کی قیمتوں میں اعتدال اور ملاوٹ سے پاک اشیاء کی فراہمی:
چھوٹی بڑی منڈیوں میں ناپ تول اور ملاوٹ کے حوالے سے اگرچہ وزارت تجارت کی ذمہ داری ہے اور جزوی طور پر وہ ”پرائس کنٹرول کمیٹیوں“ کے ذریعے کچھ اقدامات کرتی بھی ہے۔ بعض امور ملکہ صحیت اور بعض بلدیاتی اہلکاروں کے ذمہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ناپ تول میں کمی کی جاتی ہے۔ اور گلی سڑی اشیاء بھی جاتی ہیں۔ نیز کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ بھی کی جاتی ہے۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا واضح ارشاد گرامی ہے۔ ”من غش فلیمیں منا“ (جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے)

لہذا ضرورت اس امر کی ایک ریاست میں ملاوٹ سے پاک خالص اشیاء

کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ نیز منڈیوں میں باقاعدہ حکومت نگرانی میں ناپ تول کے سسٹم کو منصفانہ بنایا جائے۔

(7) نظام ٹیکس میں اصلاح کی ضرورت:

پاکستان میں ٹیکسوں کے نظام میں اشد اصلاح کی ضرورت ہے۔ ٹیکس کا بنیادی مقصد ڈھانچے کی مضبوطی کے ذریعے عوام کو ریلیف پہنچانا ہے۔ نہ کہ عوام کو ٹیکسوں کے بوجھ تلے دباتے چلے جانا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جب اسلامی ریاست کا چارج سنہجالا تو آپ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رحمۃ العالمین بناء کر بھیجا ہے۔ لگان وصول کرنے والا نہیں۔"

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام غیر ضروری ٹیکس معاف کر دیئے جائیں۔

(8) اخلاق باختہ فلم کلچر کا خاتمه:

تہذیب و شاستریگی کے منافی فلموں کی روک تھام کے لئے اگرچہ سنر بورڈ موجود ہے، لیکن اس کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے۔ عریاں اور فحش فلمیں پاکستانی کلچر اور تہذیب کے ماتھے پر بد نماداغ ہیں۔ مغرب و بھارت کی نگی تہذیب کی تقید میں ہمارے فلم ڈائریکٹرز اخلاق کے اصولوں کا خون کرتے ہوئے ایسی ایسی فلمیں بناتے ہیں، جو انہیں فلموں کا چردہ ہوتی ہیں۔ نتیجتاً بھارتی نژاد سو نیا گاندھی کو کہنا پڑا کہ ہم نے اپنی ثقافتی یلغار کے نتیجے میں دو قومی نظریہ کو پاش کر دیا ہے۔ لہذا ان اخلاق باختہ فلموں کی روک تھام کے لئے باقاعدہ حکومتی سطح پر اہتمام ہونا چاہئے۔ ایسی فلمیں بنائی جائیں جو اسلامی و تاریخی کرداروں کو خوبصورت انداز میں پیش کریں۔ نیز

وہ مشرقی و پاکستانی کلچر کی ترجمان ہوں اور خلاف ورزی کرنے والے عناصر کو قرار واقعی سزا بھی دی جائے۔

(9) نقشہ چات کی منظوری:

منظور شدہ نقشوں سے ہٹ کر مکانات تعمیر کرنے والے عناصر کے خلاف قانون کو حرکت میں لایا جائے۔ اور خلاف ورزی کرنے والوں پر بھاری جرمانے عائد کرنے کے علاوہ انہیں سزا میں بھی دی جائیں۔

(10) امتحانی مرکز کی دیکھ بھال:

امتحانی مرکز میں نقل کی روک تھام کے لئے نظام وضع کیا جائے تاکہ صرف اہل لوگ ہی آگے آسکیں گے اور وہ ملک کی زمام اقتدار سنبھالنے کے قابل ہو سکیں۔

مصادر و مراجع

باب نمبر ۱

- ۱- تاج العروس
- ۲- مشکوہ المصانع کتاب العلوم فصل اول
- ۳- الحسب قی الاسلام صفحہ ۸ از امام تیمیہ
- ۴- لسان العرب بدیل مادہ از علامہ ابن منظور
- ۵- مقدمہ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ۱۶۔ از ڈاکٹر ایم ناز
- ۶- ایضاً
- ۷- تفسیر المنار آیت لتنک منکم از مفتی محمد شیدرضا
- ۸- احکام السلطانیہ ۲۳۱ از امام الماحدی

9. Hisba jurisdiction in the ahkam.ul.

sultaniyya of Mawardi.

- ۹- حیاء علوم الدین جلد دوم ص ۳۱۲ طبع بیروت از امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۰- مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۸ طبع بیروت از علامہ ابن خلدون
- ۱۱- از پروفیسر محمد المبارک

باب نمبر 2.3

- ۱۔ ضیاء حرمص ۱۸-۱۹ اپریل 1997ء
- ۲۔ مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ ازڈاکٹ محمد طاہر القادری

باب نمبر 4

- ۱۔ سورۃ آل عمران
- ۲۔ صحیح مسلم بشرح النووي الایمان باب الا مر بالمعروف جلد دوم ص ۲۲
- ۳۔ اتحیح البخاری بحاشیہ السندی جلد دوم ص ۱۶
- ۴۔ ضیاء حرمص ۲۰ اپریل 1997ء
- ۵۔ ضیاء النبی ﷺ جلد چہارم ص ۵۶۰
- ۶۔ ضیاء النبی ﷺ جلد سوم ص ۳۲۹-۳۳۰
- ۷۔ جامع ترمذی از امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

باب نمبر 5

- ۱۔ فتاویٰ ابن تیمیہ از امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۔ احکام السلطانیہ از الماوردی رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۔ اسلام میں احتساب کا نظام از شہزاد شام
- ۴۔ اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام از ساجد الرحمن صدیقی کاندھلوی
- ۵۔ سیرت رسول عربی ﷺ از علامہ نور بخش توکلی

باب نمبر 6

- ۱۔ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ص ۲۲۸ از ڈاکٹر ایس۔ ایم ناز
- ۲۔ حالات و زمانہ کی رعایت از مولانا تقی امین
- ۳۔ ایضاً
- ۴۔ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ص ۲۵۱ از ڈاکٹر ایس۔ ایم ناز
- ۵۔ السنن الکبری جلد دوم ص ۱۵۷
- ۶۔ کتاب الخراج ص ۱۲۵ از امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

باب نمبر 7

- ۱۔ اسلام کا نظام امن ص ۱۰۳ از مفتاحی ظفیر الدین
- ۲۔ اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار ص ۲۵۳ از ڈاکٹر ایس۔ ایم ناز
- ۳۔ ایضاً
- ۴۔ ضایاء حرمص ۲۲ اپریل ۱۹۹۱ء از ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
- ۵۔ تاریخ یعقوبی
- ۶۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی

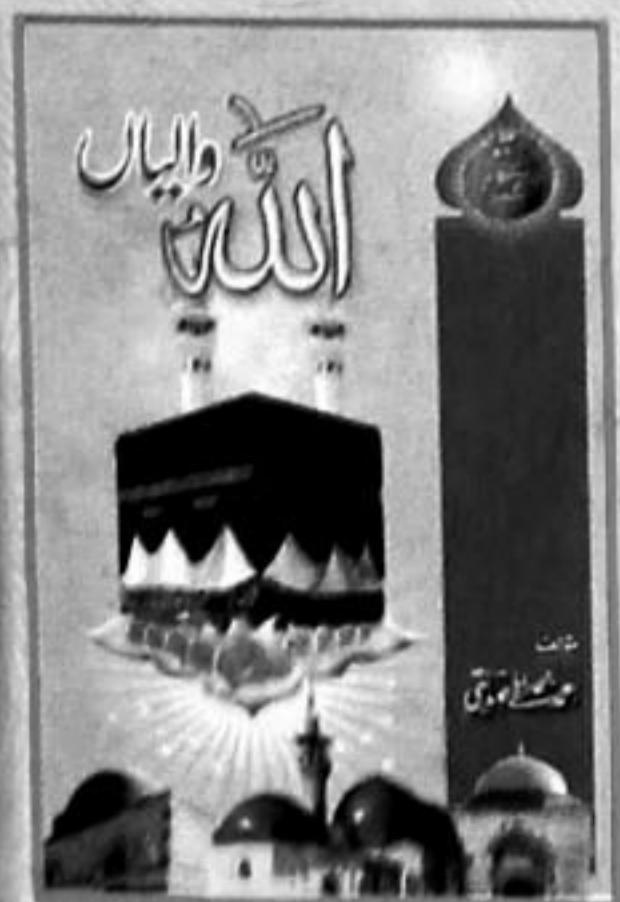
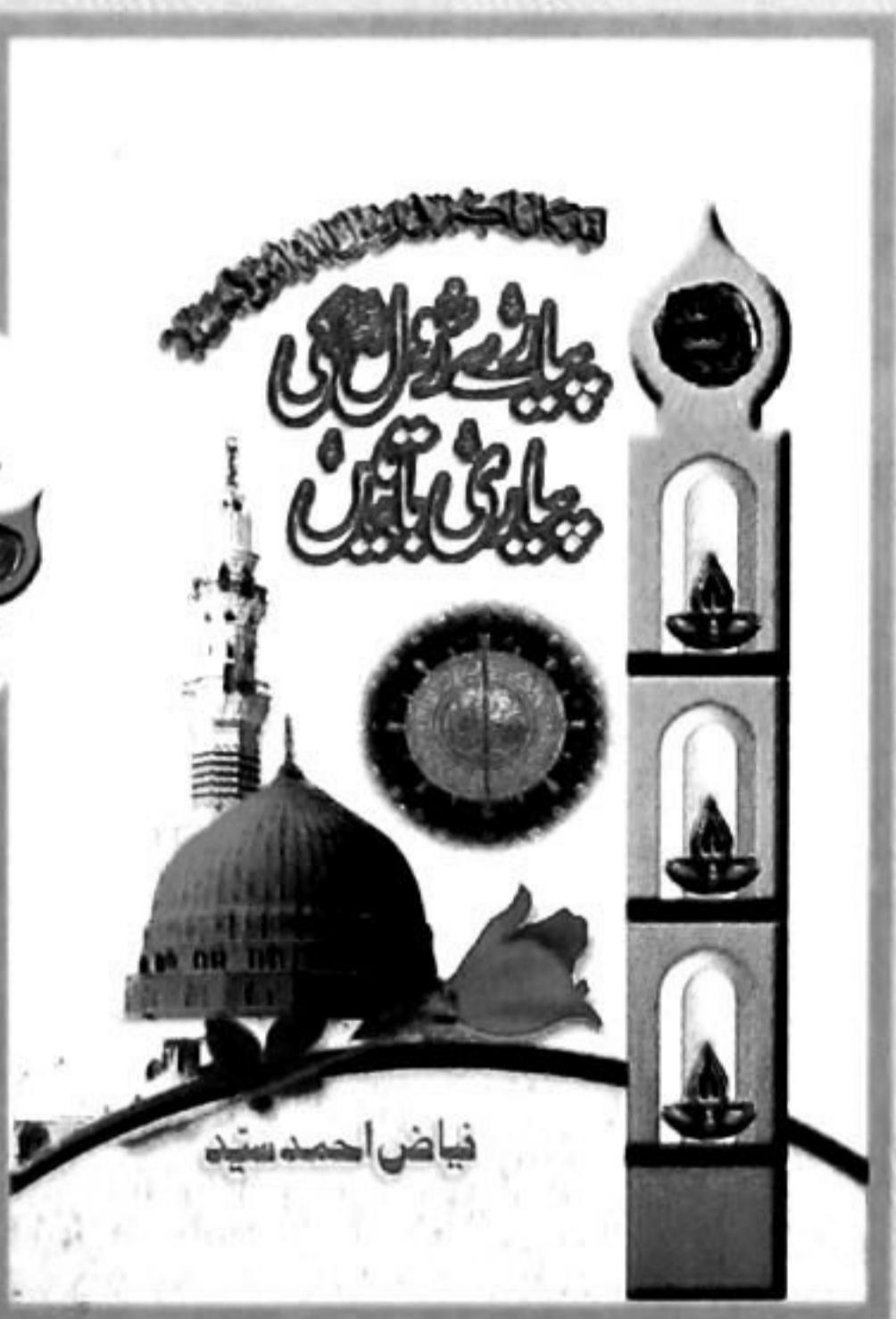
باب نمبر 8.9.10

- ۱۔ ضایاء حرمص ۱۹ اپریل ۱۹۹۲ء از ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
- ۲۔ ایضاً
- ۳۔ ایضاً

ذکر کتب پہلی شرخ

۱۰۰ مارکز الائیں (ستاہوں) دربار امیریت
لاہور۔ فون ۰۳۲ ۲۳۸۹۵۲ — ۰۳۰ ۹۴۶۰۳۰ —

قیمت	عنوان	قیمت	عنوان
۱۳۰	ڈاکٹر فرمودہ ربانی	۱۰۰	ہدایت التعرفان
۱۰۰	نہجور المسن شارب	۱۰۰	الشدوں کے
۱۱۰	امہ مخطوطہ صدیقی راہی	۱۰۰	الله والیاں
۱۰۰	مہر صادق تصوری	۱۰۰	تاریخ شائع نقشبند
۱۰۰	مہر صادق تصوری	۱۰۰	فضلُ ارسل مل مدد و علم
۹۰	پروفسیور مدحہ الصادق افاظہ هری	۱۰۰	مکافات درودیات
۱۲۰	حمد اللہ علی	۱۰۰	کرامات صحابہ و بنی اسرائیل
۷۵	عبداللہ علی	۱۰۰	جنی زیور
۱۲۰	واسی مُذکوٰ	۱۰۰	تاریخ سازاقوال
۱۲۵	ڈاکٹر محمد جوہانی تربیۃ اکابر مخدود بذریعہ	۱۰۰	اولاد کو سکھاؤ مجنت حضور مل مدد و علم
۹۰	شیخ بتوں ملوکی	۱۰۰	اسلام میں ہوت کامنامہ و مرتبہ
۱۰۰	حضرت خواجہ فرمادن تارک اوسی جو شاعر	۱۰۰	فیضان اولیں
۹۰	ابن حرم	۱۰۰	تحفہ جوانی
۱۰۰	بیہری سن پیشی نکای	۱۰۰	حضرت بابا فرید گنج شکر جو اللہ طیب
۱۰۰	حضرت دا آن گنج بیس شیخ عثمان چوری	۱۰۰	مشفی الغوب
۱۰۰	از پروفسر سید احمد شفیقی	۱۰۰	اسلام میں شادی کا تصور
۱۰۰	خواجہ بیہری سن پیشی نکای	۱۰۰	ملفوظات فوائد حضرت بندو نواز گیسو دراز
۱۰۰	محروم شر قبوری	۱۰۰	شیری حکایات
۹۰	حضرت اعلیٰ خلائق مرتضیٰ بیرونی	۱۰۰	گلدستہ احادیث
۹۰	صنیٰ بلال الدین احمد بن مجددی	۱۰۰	بزرگوں کے عقیدے
۱۵۰	حضرت ملکہ شاہ مراوی سہروردی	۱۰۰	محفل اولیاء
۱۰۰	حضرت امام غزالی و ریاضی	۱۰۰	اسلام کی اخلاقی تبلیغات
۱۰۰	حضرت خواجہ سن پیشی نکای	۱۰۰	تاریخی اولیاء
۱۰۰	علام ارشد القادری	۱۰۰	زلف و زنجیری للہ زار
۱۰۰	مہبول ارشد	۱۰۰	القاعدہ
۱۰۰	علاقوں نیاز فتح پوری	۱۰۰	تاریخی کے گشادہ اور اوقات
۹۰	قاری مُحمر رمضان	۱۰۰	جنت کامیوہ
۸۰	ڈاکٹر فرمودہ احمد	۱۰۰	حضرت عثمان کا ہمدرد تاریخی
۸۰	فیاض سنبھلی	۱۰۰	پیارے رسول کی پیاری بائیں
۸۰	قاری مُختمل نقشبندی	۱۰۰	حضرت اعلیٰ کا دور خلافت
۸۰	علام خالد عمور	۱۰۰	حضرت ابو بکر قدمیں کا دور خلافت
۸۰	علام خالد مسعود	۱۰۰	حضرت عمر کا دور خلافت
۸۰	ڈاکٹر محمد مبارز بڑک	۱۰۰	اولاد کو سکھاؤ مجنت اہل بیت کی
۸۰	علام مولانا عبد اللہ علی	۱۰۰	ملحقہ حدیث
۸۰	مولانا عبدالمک	۱۰۰	شرح تقدیرہ بردہ شریعت
۸۰	امہ مخطوٰ صدیقی	۱۰۰	قصص الانبیاء
۸۰	علام ارشد الغیری	۱۰۰	سیدہ کالتاں
۸۰	ڈاکٹر نہجور المسن شارب	۱۰۰	حضرت خواجہ میں الدین ابری
۸۰	حمد الجید شاکر	۱۰۰	اجماز قرآن
۸۰	محمد علی سین اشنی	۱۰۰	وظائف اشرفی
۴۰		۱۰۰	سورة یسین



ڈاکوں کی پیشکش

6 مرکز الاؤسیں (ستہ ٹول) دربار مارکیٹ - لاہور

Voice: 042-7248657 Mobile: 0300-9467047

for more books click on the link

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

